نی میں کملی آں
نبیلہ عزیز
www.paksociety.com

نی میں کملی آں

''پارو'' اور کہیں ٹک کر بیٹھ جائے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور وہ کسی کا انتظار بھی کرے ناممکن! اور اس پہ ایک اور قیامت کہ وہ اپنی بھوک اور نیند بھی برداشت کرے......تو یہ کبھی تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔''

پارو کے مزاج آشنا پارو کے بارے میں ایسے ہی گماں رکھتے تھے مگر آج ان کے خیال کے برعکس وہ متواتر چار گھنٹوں سے ایک ہی جگہ بیٹھی ہوئی تھی اور انتظار بھی کر رہی تھی اس پہ تیسری قیامت یہ کہ اسے بھوک بھی لگ رہی تھی اور نیند بھی آ رہی تھی پھر بھی وہ برداشت کے مراحل طے کر رہی تھی۔ اس کا کوئی مزاج آشنا دیکھ لیتا تو یقیناً غش کھا جاتا اور سب سے پہلے یہی سوچتا کہ ایسی کونسی بات ہو گئی ہے جس نے پارو جیسی ''اتھری'' اور بے لگام چیز کو لگام ڈال دی ہے لیکن کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ پارو کی آنکھوں کے سامنے اس وقت بھی اپنی ماں کے جڑے ہوئے ہاتھ لہرا رہے ہیں اور التجائیہ آنسو بہہ رہے ہیں جو اسے برداشت کرنے پر مجبور کر رہے تھے ورنہ دنیا کی ایسی کوئی طاقت نہیں تھی جو اسے اس طرح مجسمہ بن کر بیٹھنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ ورنہ تو وہ کب کی اپنی من مانی کر کے اپنے آپ کو اس عذاب سے نجات دلا چکی ہوتی۔

اسے بھاری کامدار لہنگے اور زیورات سے وحشت ہو رہی تھی اس پہ میک اپ سے الجھن کا احساس مزید طبیعت کو بے زار کر رہا تھا مگر وہ اسے بے زاری کے باوجود رات کی اس پہر بھی صبر وضبط کئے بیٹھی اپنی فطرت کے خلاف ریکارڈ توڑ رہی تھی اور جس شخص کے لئے ایسا کیا جا رہا تھا وہ ابھی تک کمرے میں تشریف نہیں لایا تھا اور ابھی بھی دور دور تک کوئی آثار نہیں تھے۔ پارو اپنے سرکش دل کو الٹی سیدھی باتیں سوچنے سے باز رکھتی اپنی ہی کلائی میں کھنکھتی چوڑیوں کو انگلیوں سے چھیڑ رہی تھی کہ اسے آہٹ کا احساس ہوا اس نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا مگر دروازہ ابھی بھی بند تھا یہ آہٹ اس کا وہم تھی اس نے ایک بار پھر مایوس ہو کر چہرہ جھکا لیا۔

مایوسی اسے اس کے نہ آنے سے نہیں ہو رہی تھی مایوسی اسے اپنی حالت پہ ہو رہی تھی کیونکہ وہ اپنا حلیہ تبدیل کرنا چاہتی تھی اپنے آپ کو آزادی دلانا چاہتی تھی اور جب تک وہ نہ آتا بقول بڑی آپا کے اسے اسی حلیے اور انداز میں رہنا تھا۔

''ملک صاحب شکر ادا کرو کہ پارو آج مجبور ہے ورنہ......'' وہ مٹھیاں بھینچ کر بڑبڑائی اور آخری لفظ کو ذرا لمبا کھینچ کر لب بھی بھینچ لئے تھے۔

پارو کے اندر غصے کا زہر بھر رہا تھا وہ بل کھا رہی تھی اور ایک عجیب سی آگ تھی جو اسے نہ چاہتے ہوئے بھی سلگنے پہ مجبور کر رہی تھی اس سے پہلے کہ سلگنے کے بعد شعلوں کا عمل شروع ہوتا دروازہ کھولا گیا اور چند سیکنڈز بعد بند کر دیا گیا۔ قدموں کی چاپ سے ہی آنے والی ہستی کی سرد مہری کا اندازہ بخوبی ہو رہا تھا۔ دو منٹ کے وقفے سے دوسری سرد مہری کا مظاہرہ ہوا......

''کیا دن بھر دلہن بننے کا شوق پورا نہیں ہوا جو رات کے تین بجے بھی اتنے ذوق وشوق سے تیار بیٹھی ہو؟''

پارو ایک دم تڑپی کیونکہ یہ سرد مہری نہیں زہر میں بجھا ہوا حقارت آمیز نشتر تھا جو وہ اس کے وجود میں اتار چکا تھا تکلیف تو ہونا ہی تھی اسی تکلیف کے باعث اس نے براہِ راست گردن موڑ کر ملک آژ میر حیات کو دیکھا تھا۔ وہ صوفے پہ بیٹھ کر سگریٹ سلگا رہا تھا۔

''آپ کو شاید اندازہ نہیں ملک صاحب کچھ مجبوریاں دیکھنے والوں کو شوق نظر آتی ہیں لیکن وہ شوق نہیں ہوتیں مجبوریاں ہی ہوتی ہیں۔''

اُدھار رکھنا اسے بھی نہیں آتا تھا کھڑے کھڑے حساب چکاتی تھی۔

''اس کمرے سے باہر تو مجبوری کا بہانہ مان سکتا ہوں لیکن اندر ایسی کون سی مجبوری تھی جس نے تمہیں ابھی تک باندھ رکھا ہے؟'' ملک آژ میر کا لہجہ استہزائیہ تھا۔ پارو کے تلوے سے لگی اور سر پہ بجھی تھی اس نے تلملا کر رخ اس کی سمت پھیرا۔

''پارو میرے جڑے ہاتھوں کی لاج رکھنا کوئی کچھ بھی کہے تجھے ہر حال میں چپ رہنا ہے دیکھ ماں باپ کی عزت اب تیرے ہاتھ میں ہے دوسرے پنڈ جا کر ہمارے سر پہ خاک نہ ڈلوانا ہم پہلے ہی......''

پارو کی زباں پہ آئے جلتے سلگتے تیز الفاظ یکدم سرد پڑ گئے ماں کی التجائیں دوبارہ کانوں میں گونجنے لگیں اور مرحوم باپ کی عزت کا خیال آتے ہی اسے زہر کا پیالہ پینا پڑا کیونکہ انہیں وہ پہلے ہی ایک دھچکا لگ چکا تھا۔

''میں لائٹ آف کر رہا ہوں اگر صبح تک اسی طرح بیٹھنے کا ارادہ ہے تو صوفے پہ چلی جاؤ۔'' اس نے چونک کر دیکھا وہ سگریٹ ختم کر کے کپڑے بھی بدل چکا تھا اور بیڈ پہ اس کے قریب بیٹھا اسے اٹھنے کا اور اپنا ساز وسامان اتارنے کا سگنل دے رہا تھا پارو نے آج برداشت کا عہد کیا تو اسے نبھانا بھی تھا، سو خاموشی سے اٹھ کر کمرے کے ساتھ بنے ایک چھوٹے کمرے میں آ گئی جہاں اس نے اپنے آپ کو آزاد کر لیا تھا۔

کافی دیر بعد وہ واپس کمرے میں آئی تو کمرے میں ملگجا سا اندھیرا پھیل چکا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے؟ کیونکہ اسے جو کچھ سمجھایا گیا تو وہ کچھ اور تھا اور جو اس وقت ہو رہا تھا وہ کچھ اور تھا اور اس کچھ اور کے متعلق تو کسی نے کوئی ہدایت ہی نہ دی تھی نہ ہی ایسی صورتِ حال کے لئے اسے تیار کیا گیا تھا بلکہ سبھی کا یہی خیال تھا کہ ملک آژ میر اسے دلہن بنے دیکھے گا تو دل وجاں سے فدا ہو جائے گا دیوانہ ہو جائے گا لیکن وہ دیوانہ تو نہیں البتہ بیگانہ ضرور ہو گیا تھا۔

''وہ کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ اسے کس سمت مڑنا چاہئے صوفے کی سمت یا پھر بیڈ کی سمت؟ اتنی دیر سوچ بچار کے بعد اس کے قدم صوفے کی سمت اٹھ گئے اسے اس کے پہلو میں جانا گوارا نہیں تھا اور وہ ریلیکس ہو کر سونے کی تیاری کرنے لگا تھا۔

❂......❂......❂

''اری پارو یہ تو بتا رونمائی میں کیا ملا؟'' وہ کمرے میں داخل ہو رہا تھا جب پارو کی کسی سہیلی کا پُرشوق جملہ ان کی سماعتوں سے ٹکرایا تھا اور اسی وقت اس نے چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی پارو کو دیکھا اس کا چہرہ ہر تاثر سے عاری تھا اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر معنی خیزی لڑکیاں معنی سے ہنستی ہوئی اٹھ کر باہر چلی گئیں وہ صبح سے نکلا ہوا تھا اس وقت نہا کر کپڑے تبدیل کرنے آیا تھا تنہائی میسر آتے ہی وہ الماری کی سمت بڑھا اور پھر اس کے قریب آ گیا۔

''یہ تمہارا رونمائی کا تحفہ ہے کل اماں نے دیا تھا مجھے نہیں پتہ کہ اس میں کیا ہے میں رات کو دینا بھول گیا تھا آئم سوری......'' پیکٹ بیڈ پہ اس کے سامنے تقریباً پٹخنے والے انداز میں رکھا گیا تھا اور ساتھ یہ بھی جتا دیا گیا کہ اماں نے دیا ہے میری طرف سے مت سمجھنا......اور وہ چپ چاپ بیٹھی بس دیکھتی رہی کہ وہ کیا کر رہا ہے اور یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور ملک آژمیر اس کی مسلسل خاموشی سے حیرت میں غرق ہو رہا تھا کیونکہ جو کچھ بچپن سے پارو کے بارے میں جانتا تھا یا پھر جیسا لوگ پارو کے بارے میں اظہار کرتے تھے وہ ایسا کچھ بھی نہیں کر رہی تھی حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ پارو کوئی ''دنگل'' مچائے تاکہ اماں کو اپنی لاڈلی بھانجی کے کرتوت تھوڑا دھچکا تو لگاتے مگر پارو تو جیسے دنگل کرنا ہی چھوڑ چکی تھی اور وہ مایوس ہو رہا تھا۔

''پارو پتر ناشتا آ چکا ہے اندر بھیج دیں؟'' اماں نے دستک دی تو دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے جھانک کر اسے بھی دیکھ لیا لیکن آژمیر کو ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے کھڑا دیکھ کر اندر آ گئیں۔

''تم بھی آ چکے ہو؟ چلو اچھا ہوا ناشتا تو اکٹھے ہی کرنا تھا بیٹھو تم دونوں میں بھیجتی ہوں، صفیہ آتی ہے ناشتا لے کر۔'' آژمیر کو موجود دیکھ کر انہیں مزید تسلی ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد صفیہ آپا ان کا ناشتا لے کر آئیں اور ٹیبل پر سجا کر باہر نکل گئیں۔ پارو ان سے کافی نارمل بلکہ سرسری انداز میں ملی تھی وہ اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ خاموشی سے کھانا کھایا گیا اور وہ بھی اٹھ کر چلا گیا اس کے بعد لڑکیوں کا جھرمٹ تھا اور طرح طرح کی عورتیں تھیں یوں لگ رہا تھا کہ جیسے پورا گاؤں اس کے کمرے میں سمٹ آیا ہو عورتیں اشتیاق سے ملک آژمیر حیات کی ''ووہٹی'' دیکھنے آ رہی تھیں اور سب ہی کو ووہٹی پسند بھی آئی تھی مگر کچھ نظریں ایسی بھی تھیں جن میں ووہٹی کا رنگ وروپ تیر کی طرح چبھا تھا انہیں ملک آژمیر حیات کی ووہٹی ذرا بھی نہ بھائی تھی اور یہ ان کے اندر کے حسد اور جلن کا نتیجہ تھا ورنہ پارو سادگی میں بھی کسی جگہ ٹھہر جاتی تو وہ جگہ سج جاتی تھی۔

''پارو یہ ماہین ہے چچا قدیر کی بڑی بیٹی۔'' ساجدہ آپا نے آگے بڑھ کے تعارف کروایا تھا اور ماہین نے چبھتی نظروں سے دیکھتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ پارو کے مہندی رچے دودھیا ہاتھ میں ماہین کا ہاتھ بہت حد تک سنولا گیا تھا حالانکہ ماہین کو اپنی گوری چمڑی پہ بڑا ناز ہوتا تھا۔

''ساجدہ آپا! یہ آژمیر کی اب آخری شادی ہے نا؟ کہیں یہ نہ ہو کہ پھر چھ ماہ بعد نئی شادی کی خبر مل جائے۔''

پارو سے ہاتھ ملا کر ماہین نے ساجدہ آپا کو مخاطب کیا اور اس کی بات پہ جہاں ساجدہ آپا ٹھٹکیں وہیں پارو بھی لب بھینچ کر رخ موڑ گئی تھی۔

''کیسی باتیں کرتی ہو ماہین وہ کون سا آٹھ دس شادیاں کر چکا ہے جو تم ایسا کہہ رہی ہو۔'' ساجدہ آپا کو غصہ تو آیا مگر کیا کرتیں آخر وہ چچا زاد تھی اور موقع بھی کچھ نازک تھا اس لئے فی الوقت انہیں خاموش ہونا پڑا تھا پھر ماہین کو رخصت کر کے وہ پارو کے قریب آ گئیں۔

''دیکھو! یہ لوگ ہماری ذرا ذرا سی خوشی سے جل اٹھتے ہیں اور ہمیشہ فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، تمہیں ان کی باتوں پہ دھیان دینے کی کوئی ضرورت نہیں انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا یہ گھر بھی تمہارا اپنا ہے اور اس میں رہنے والے فرد بھی تمہارے اپنے ہیں اور اپنی چیز سے بدظن نہیں ہوتے ہم نے بڑی مشکلوں سے تجھے بیاہا ہے میری جان خیال رکھنا کسی کے جال میں مت آنا۔''

آپا، ملک آژمیر کی بڑی بہن اور پارو کی سگی خالہ زاد بہن تھیں وہ آس پاس کے حالات سے واقف تھیں اس لئے اسے بھی چوکنا اور

پرسکون رہنے کی تاکید کر رہی تھیں اور وہ سنے جا رہی تھی۔

⊛......⊛......⊛

ولیمہ کی رونق ماند ہوئی تو گھر میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ سر شام ہی گاؤں کا ازلی سناٹا جھینگروں کی آوازوں کو نمایاں کرنے لگا تھا وہ آج اس کا انتظار کرنے کی پابند نہیں تھی اسی لئے فوراً ہی کپڑے بدل کر آرام دہ حلیے میں آ گئی تھی اتنے دنوں کی تھکن اور نیند کی کمی اسے سونے پہ اکسا رہی تھی۔

''لیکن سوؤں کہاں؟'' اس نے صوفے کو دیکھ کر پھر بیڈ کو دیکھا وہ ابھی کمرے میں نہیں آیا تھا۔ ''اگر نیند میں صوفے سے گر گئی تو؟ ہونہہ میں کیوں گروں گی؟ کل وہ بیڈ پہ سویا تھا آج میں سوؤں گی میں یہاں صوفے پہ سونے کے لئے تو نہیں آئی...... اور جب مجھے بیڈ پہ سویا دیکھے گا تو اپنا ٹھکانہ کہیں اور کر لے گا۔''

وہ فیصلہ کر چکی تھی اور اس پر عمل کرنے میں اسے صرف پانچ منٹ لگے تھوڑی دیر بعد وہ بیڈ پہ محو خواب ہو چکی تھی لیکن رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب زوردار آہٹ پہ اس کی نیند ٹوٹ گئی اس نے چونک کر دیکھا وہ شاید غصے میں تھا اپنی گھڑی اتار کر سائیڈ ٹیبل پہ کافی زور سے پٹخی تھی اور اب بیڈ پہ بیٹھ کر جھکتے ہوئے اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کر کے سوتی بن گئی۔ مگر سونے میں اور سوتا بننے میں بڑا فرق ہوتا ہے پھر انتظار میں تھی کہ وہ کہاں سوتا ہے اسے یقین تھا کہ وہ بیڈ پہ نہیں سوئے گا مگر اس کا یقین رائیگاں گیا وہ کپڑے بدل کر بیڈ پہ ہی آ کر لیٹا تھا۔

''محترمہ ماہ پیکر میں جانتا ہوں کہ تم جاگ رہی ہو اور سونے کا صرف ڈرامہ کر رہی ہو لیکن تم یہ نہیں جانتیں کہ مجھے تمہارے سونے یا نہ سونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ مجھ پہ تمہاری موجودگی کبھی اثر انداز نہیں ہو سکتی نہ بیڈ پہ سونے سے تم میرے دل کے قریب آ سکتی ہو اور نہ دور جانے سے مجھے تمہاری کمی محسوس ہو سکتی ہے اس لئے اس کمرے میں تم جیسے چاہو رہ سکتی ہو تم پہ کوئی پابندی نہیں۔ کیونکہ تمام پابندیاں اپنے دل کے لئے ہیں دل قابو تو سب کچھ قابو...... یقیناً تم سمجھ گئی ہو گی؟'' وہ اتنے سکون اور اطمینان سے بات کر رہا تھا کہ پارو تلملا کے رہ گئی تھی لیکن پھر بھی ضبط کئے لیٹی رہی۔

''لیکن اس سب کے باوجود یہ بات خاص طور پہ یاد رکھنا کہ تم کبھی بھی رینا کی جگہ نہیں لے سکتیں۔'' آذمیر کا یہ نشتر اتنا زہریلا اور تیز دھار تھا کہ پارو جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

''مجھے اس کی جگہ لینے کا شوق بھی نہیں ہے ملک صاحب ہاں وہ میری جگہ لینے کی کوشش ضرور کر چکی ہے۔'' پارو سچ کہہ رہی تھی مگر ملک آذمیر کو یہ سچ کبھی بھی گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔

''تمہاری میرے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی جبکہ میرا پورا دل ہی اس کے لئے تھا بلکہ اب بھی ہے اور جب دل ہی اس کے لئے ہے پھر تم اس دل میں کیسے رہ سکتی ہو؟'' وہ پارو کو سرتاپا جلا کر راکھ کر دینا چاہتا تھا اور پارو جل تو رہی تھی مگر راکھ نہیں ہو رہی تھی اس وقت بھی اس کا دل اس کے الفاظ پہ جیسے شعلوں کی نذر ہوا تھا مگر وہ ان شعلوں کو برداشت کر گئی۔

''میرے رہنے کے لئے دل اور بہت ملک صاحب، دلوں کی کمی کہاں؟'' وہ برداشت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتی انتہائی تحمل سے گویا

ہوئی اور ملک آذمیر پہلی بار اسے دیکھ کر رہ گیا تھا زیرو بلب کی ملگجی سی روشنی میں بھی وہ دمک رہی تھی۔

''پھر مجھ سے شادی کیوں کی؟ میں تو سمجھ رہا تھا تم کبھی بھی اس شادی کے لئے ہامی نہیں بھرو گی لیکن میرا خیال ہے تمہیں اس پرپوزل کا انتظار تھا جس کے آتے ہی فوراً ہامی بھر لی گئی۔'' اس کا لہجہ طنزیہ اور کافی حد تک کاٹ دار تھا۔

''میں نے رات کو بھی کہا تھا کہ کچھ مجبوریاں دیکھنے میں شوق نظر آتی ہیں لیکن وہ شوق ہوتی نہیں اور آپ سے شادی کیوں کی؟ یہ سوال آپ اپنی ماں سے کرتے بہتر جواب ملتا کیونکہ انہوں نے ہی اپنا دوپٹہ اتار کر میری ماں کے قدموں پہ رکھا تھا کہ ہم شادی کے لئے ہامی بھر لیں۔'' وہ بھی لفظ چبا چبا کر کہتی کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھی۔

ملک آذمیر کو منہ توڑ جواب مل چکا تھا۔ اس لئے چپ کا چپ رہ گیا۔ مگر پھر بھی پارو کا انداز اور لب ولہجہ ذرا نہیں بھایا تھا اسی لئے سلگتی ہوئی نظر سے اس کی کمر کو گھورا تھا۔

⁂

''شنو تو ٹھہر میں اوپر چڑھتی ہوں پر دیکھ سارے سوہے (سرخ) بیر میرے، اگر ایک بھی خراب کیا تو ہاتھ توڑ دوں گی سمجھی؟'' شنو کو بیری پہ چڑھنے میں ناکامی ہو رہی تھی اور درختوں اور دیواروں پر چڑھنے کی ماہر پارو کو یہ ناکامی برداشت نہ ہوئی اور فوراً آگے بڑھی لیکن ساتھ ہی اپنے لئے سرخ سرخ بیروں کی بکنگ بھی ضروری سمجھی تھی۔

''چل ٹھیک ہے جیسے تیری مرضی۔'' شنو بھی آخر اس کی سہیلی تھی وہ بھی ''دا'' لگانا جانتی تھی۔ چند سیکنڈ بعد پارو بیری فتح کر چکی تھی بیری کی شاخوں پہ بیٹھے طوطے، بلبل اور چڑیا جو سکون سے بیٹھے بیر ٹھونگ رہے تھے پارو کی آمد پہ ایک ہلچل آمیز شور مچاتے آگے پیچھے اڑتے چلے گئے۔

''ارے کم بختو! میں کیا تمہیں کھانے لگی تھی جو یوں تڑپتے ہوئے جا رہے ہو؟'' اس نے اڑنے والوں کو کھری کھری سنائی۔

''ارے وہ سمجھ رہے تھے کہ بیری پہ کوئی چڑیل وارد ہو گئی ہے۔'' شنو نے اس کا مذاق اڑایا۔

''ایسی کی تیسی مجھے چڑیل سمجھنے والوں کی اور یہ تو کیوں دانت نکوس رہی ہے؟'' وہ بیری پہ چڑھ کے بھی شنو کے لتے لینے کھڑی ہو گئی تھی حالانکہ دونوں کافی گہری اور جگری سہیلیاں تھیں لیکن جہاں دونوں میں اختلاف ہو جاتا وہاں تو تو میں میں کا منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا اور دونوں ایک دوسرے سے روٹھ بھی جاتی تھیں۔

دیکھ پارو چھیتی چھیتی کر ماسی آ گئی تو اچھا نہیں ہوگا۔'' شنو نے سنجیدہ صورت بنالی اور اسی چھیتی چھیتی میں اچانک ایک دھماکہ ہوا اور پارو زمین سے آ لگی۔

''ہائے پارو مر گئی...... ہائے پارو مر گئی...... ماسی پارو مر گئی۔'' شنو شور مچاتی ہوئی صحن کی سمت دوڑی اور پھر شنو کے ساتھ پارو کی اماں اور آپا پچھواڑے میں دوڑتی آئیں لیکن وہاں پارو بالکل ٹھیک ٹھاک بیٹھی کافی بلند آواز سے چیخ رہی تھی اور اپنی ٹانگ کو دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔

''ہائے پارو مری نہیں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آپا پارو کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ہائے اللہ پارو کی ٹانگ۔''

''ٹانگ ٹوٹے تیرے خصم کی میری کیوں توڑ رہی ہے منحوس کلموہی۔'' پارو نے اندھا دھند واویلا کرتی شنو کی کمر میں دھمو کا جڑ دیا اور شنو یکدم ٹھنڈی ہوگئی اور اسے یہ بھی پتہ چل گیا کہ پارو کی کوئی ہڈی پسلی نہیں ٹوٹی سب سلامت ہیں۔

اور اس سلامتی پہ اسے تھوڑی مایوسی بھی ہوئی تھی کیونکہ وہ تو سوچ رہی تھی کہ پارو چار دن بستر پہ پڑی تو دن میں تارے نظر آ جائیں گے اور یہ جو ہر ایک پہ چوہدرانی بنی پھرتی ہے تھانیداروں کی طرح کام کرواتی ہے سب کچھ بھول جائے گی لیکن شنو یہ بھول رہی تھی کہ تھانیدار یا پھر چوہدری اگر ٹوٹ پھوٹ بھی جائیں تو اپنے کام پھر بھی با آسانی نکلوا لیتے ہیں۔

''اللہ سمجھے تجھے پارو میری زندگی کو عذاب بنا کر کیا ملتا ہے تجھے؟'' اماں اس کی خراشوں پہ مرہم لگانے کے بعد اب اپنا ماتھا پیٹ رہی تھی۔

''اماں تیری زندگی میں نے عذاب نہیں کی۔'' پارو اماں سے زیادہ بے زار ہوئی، انداز میں وہی لاپروائی تھی جو بچپن سے چلی آ رہی تھی اور کوئی اس لاپروائی کو ختم نہیں کر سکا تھا۔

''پارو کیوں تنگ کرتی ہے اماں کو؟ صفیہ آپا آج کل میکے آئی ہوئی تھیں لیکن اماں کی حالت دیکھ کر پریشان ہو رہی تھیں کیونکہ صفیہ سے چھوٹی ربیعہ کی شادی ہو رہی تھی اماں پہ کام کا کافی بوجھ تھا اوپر سے پارو نے ہر ایک کا ناک میں دم کر رکھا تھا ایک تو اوٹ پٹانگ حرکتیں اور اوپر سے منہ پھٹ زبان نے اسے زبان زد عام کر رکھا تھا ہر کوئی توبہ توبہ کرتا تھا۔

''آپا میں کب اماں کو تنگ کرتی ہوں اور الٹا اماں مجھے......''

''کم بخت آگ لگے تیری اس چپڑ چپڑ چلتی زبان کو الٹا دوسروں کو الزام دیتی ہے۔'' اماں نے دو ہتھڑ دے مارا اور پارو بلبلا کر رہ گئی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھی جھلملانے لگے تھے۔

''دیکھا آپا؟ اب بھی میں ہی غلط ہوں ایک تو مجھے چوٹ لگی اوپر سے اماں بھی اپنا شوق پورا کر رہی ہے۔''

پارو کی بھرائی ہوئی آواز پہ صفیہ آپا کا دل بھی لحہ بھر کو پسیج گیا۔

''چھوڑو اماں کیوں پریشان ہوتی ہو اگر یہ گری ہے تو چوٹ بھی تو اپنے آپ کو لگی ہے ہمیں کیا، دوبارہ جا کر چڑھ جائے ہماری بلا سے۔''

آپا نے اماں کو بہلانا چاہا۔

''ارے کیسے چھوڑ دوں سولہ سال کی لوٹھا ہوگئی ہے پر عادتیں دیکھ آٹھ سالوں والی بھی نہیں ہیں ارے میں کہتی ہوں اس کے یہی ڈھنگ رہے تو میرا جینا حرام ہو جائے گا میرے سینے پہ مونگ دلے گی یہ منحوس۔'' اماں اپنا سر پیٹ رہی تھی لیکن پارو پہ ذرا اثر نہیں تھا آخر صفیہ نے ہی ماں کو سمجھایا اور اللہ سے بہتری مانگنے کا مشورہ دیا۔

❁......❁......❁

قمر النساء اور فخر النساء ماں باپ کی دو ہی بیٹیاں تھیں اور ماں باپ کی لاڈلی بھی بہت تھیں قمر النساء بڑی اور فخر النساء چھوٹی تھیں لیکن دونوں بہنوں میں اس قدر پیار محبت اور انڈرسٹینڈنگ تھی کہ انہیں کبھی کسی اور بہن بھائی کی ضرورت یا کمی محسوس نہیں ہوئی تھی دونوں ایک دوسرے کو خوب اچھی

طرح سمجھتی اور چاہتی تھیں ماں باپ کے آنگن میں خوب عیش و آرام کی زندگی دیکھی لیکن جیسے ہی دونوں کی شادیاں ہوئیں دونوں کی قسمت کے دھارے بدل گئے۔ قمر النساء اپنے تایا کے گھر بیاہ کر گئی تھیں جوان ہی کی طرح زمیندار تھے، البتہ فخر النساء ملک خاندان کی بہو بن گئیں دونوں بہنوں کو اولاد کی امید بندھی تو بڑے ارمانوں سے ایک دوسرے سے وعدہ کیا کہ اگر دونوں میں کسی کے ہاں بھی بیٹی بیٹا پیدا ہوا تو وہ دونوں کا رشتہ پکا کر دیں گی لیکن جب قمر النساء کے ہاں صفیہ اور فخر النساء کے ہاں ساجدہ پیدا ہوئی تو دونوں بہنیں اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں دونوں کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں پھر قمر النساء کے ہاں دوسری بیٹی کی ولادت ہوئی اور پیدا ہونے کے پانچویں دن ہی اسے اس کی پھوپھی نے مانگ لیا اور اس طرح ربیعہ اپنی پھوپھی کی امانت ٹھہری اور ایسے حالات میں فخر النساء کچھ نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ ان کی گود بیٹے جیسی نعمت سے خالی تھی اگر یہ نعمت ان کے پاس ہوتی تو وہ بھی ربیعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیتیں مگر پھر بھی انہوں نے ہمت نہ ہاری اور مایوسی کا دامن نہ چھوڑا اور بڑی منتوں مرادوں کے بعد ان کے ہاں آژمیر پیدا ہوا آژمیر ساجدہ سے پانچ سال چھوٹا تھا قمر النساء کو بھی پانچ سال بعد بہن کی گود دوبارہ آباد ہونے پہ بے پناہ خوشی ہوئی تھی۔

''قمری آپا اب تو آپ کے ہاں بیٹی پیدا ہونی چاہئے میرا بیٹا جوان ہو رہا ہے۔'' فخر النساء نے اپنے ایک ماہ کے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا تو قمر النساء ہنس پڑیں۔

آژمیر سچ مچ سب کو بہت پیارا تھا اور اسی لاڈ پیار کا نتیجہ تھا کہ وہ کافی تنک مزاج ثابت ہو رہا تھا اور سب کو اس کا یہ مزاج بھی بہت منفرد لگتا تھا سب کا خیال کہ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہونے کے ناطے یہ سب اس کا حق ہے ایسا مزاج ایک فطری عمل تھا لیکن اسے کیا خبر تھی کہ اس کی اماں فخری اس کے لئے کیا کیا سوچے بیٹھی ہے ابھی وہ آٹھ سال کا تھا جب قمری خالہ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی یہ ان کی تیسری بیٹی تھی سبھی کو بیٹے کی آس تھی لیکن پھر بھی خادم حسین کی پیشانی پہ ناگواری کی کوئی لکیر نہ تھی بیٹی کی موہنی سی صورت دیکھی تو بے اختیار اس کا نام بھی تجویز کر ڈالا...... ماہ پیکر! نام بہت خوبصورت تھا لیکن ماحول سے میل نہیں کھاتا تھا۔

لیکن پھر بھی سب کی مخالفت کے باوجود انہوں نے اس کا نام ماہ پیکر ہی رجسٹرڈ کروایا تھا۔ سب چاہتے تھے کہ بچی کا نام آسان سا ہو گاؤں میں نام بگاڑنے کی عادت تو عام پائی جاتی ہے سو ماہ پیکر خادم سب کے بگاڑ کی وجہ سے پارو بن گئی اور اس کو پارو آژمیر نے ہی بنایا تھا کیونکہ جب بھی اس کی دلکش موہنی سی صورت دیکھ کر وہ قریب آتا وہ بدک کے دور ہو جاتی وہ اٹھانے کی کوشش کرتا تو ہاتھوں سے پھسل جاتی ایسے میں آژمیر کا غصہ بجا تھا کیونکہ ہمیشہ وہ خود لوگوں کی محبت اور توجہ کا مرکز ہوتا تھا اور اب اگر وہ اپنی خالہ زاد کو محبت اور توجہ دے رہا تھا تو وہ دور بھاگتی تھی اسے سال ڈیڑھ سال کی بچی سے چڑ ہونے لگی تھی اب وہ اسے صرف گھورنے پر اکتفا کرتا تھا اور پہلی بار اسی نے اس کا نام بگاڑ کر پارو کہا تھا اماں بیٹے کی خفگی پہ ہنستی تھیں۔

وہ میٹرک میں تھا جب اماں نے بتایا کہ اس کی شادی پارو سے ہی ہوگی اسے اس اطلاع پر خاصا گہرا دھچکا لگا تھا۔

''ایسا کبھی نہیں ہوگا اماں مجھے پارو سے شادی نہیں کرنی۔''

''ارے کیوں نہیں کرنی تیرے سے زیادہ سوہنی ہے۔''

''اماں سوہنی کو عمر بھر بیٹھ کر دیکھا نہیں جا سکتا ایک تو وہ مجھ سے چھوٹی ہے اور پھر اس کی حرکتیں تو پنگوڑے سے نظر آ رہی ہیں پورے کا پورا

فتنہ ہے وہ۔'' آژمیر ابھی چھوٹا تھا لیکن سمجھ بوجھ تھی اسی لئے اسے پارو کے کرتوت اچھی طرح معلوم تھے۔

''منہ سنبھال کر بات کر تیری اکلوتی ماسی کی بیٹی ہے وہ۔'' اماں کو غصہ آ گیا۔

''میں بھی ماسی کا اکلوتا بھانجا ہوں ماسی کو بھی میرا خیال کرنا چاہئے اپنی ایسی پٹاخہ بیٹی میرے پلے باندھ کے میری زندگی تو خراب نہ کرے۔''

''خبردار آج ایسی بات کہی ہے، آئندہ کہی تو کبھی بخشوں گی نہیں۔'' اماں ایک دم جلال میں آ گئی اور آژمیر جھنجھلاتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔

''ہونہہ پارو سے شادی...... اسے پارو سے چڑ تھی بھی بھولے سے جو اپنی اماں کے ساتھ ان کے گھر آ جاتی تو پھر آژمیر کی ہر چیز تہس نہس کر جاتی تھی ہر چیز کا تیا پانچا کر کے دیکھنا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ آژمیر کو اب مزید بُری لگنے لگی تھی اس کا جی چاہتا تو دس سالہ پارو اکیلے میں ملے تو وہ اس کا گلا دبا دے مگر وہ اکیلی ملتی بھی تو چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتی تھی۔

خادم حسین کو پارو سے اتنی محبت اور لگاؤ تھا کہ لاڈ پیار کر کر کے اسے کافی خود سر بنا دیا تھا اس کے مزاج میں ہٹ دھرمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی باپ سے ضدیں منوانے میں ماہر تھی اور قمر النساء خادم حسین کو اس کا ہم نوا دیکھ کر ہولتی رہتی تھیں۔ پارو باپ کے زور بازو پہ عیش کر رہی تھی لیکن اس کے یہ عیش بہت تھوڑے عرصے کے ثابت ہوئے دس سال کی عمر میں باپ کا ساتھ چھوٹ گیا تھا سب سے زیادہ باپ کی کمی پارو کو ہی محسوس ہوئی اتنے دن وہ گھٹ گھٹ کر روتی رہی لیکن رفتہ رفتہ سب نے اسے بہلا لیا بچپنا تھا اس لئے جلد بہل گئی اس کی ضدیں عروج پہ پہنچ چکی تھیں اکثر و بیشتر اماں اسے ٹوکنے کی کوشش کرتیں جس پہ وہ اور زیادہ ضد کرتی حالانکہ صفیہ اور ربیعہ بھی تو ان ہی کی بیٹیاں تھیں انہیں ان کی طرف سے کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی مگر پارو کے معاملے میں تو ان کا دل ہمیشہ دہلتا رہتا تھا۔ وہ اس کی ماں تھیں اور یقیناً اس کے بارے میں بہتر ہی جانتی تھیں لیکن پھر بھی فخر النساء کو اپنی ہونے والی بہو پہ بڑا ناز تھا وہ اس کی حرکتوں اور شرارتوں کو معصومیت کے کھاتے میں ڈالتی تھیں۔

اور انہیں اسکی یہ شرارتیں بہت پسند تھیں کیونکہ ان کو ایسی ہی زندہ دل بہو چاہئے تھی جو ان کے گھر کو رونقوں سے بھر دیتی مگر نجانے کیوں آژمیر حیات پارو کے لئے کہیں بھی کوئی نرم گوشہ نہیں پا رہا تھا وہ اکثر اپنی خالہ سے کترایا کترایا رہتا تھا کبھی ان کے گھر بھی نہیں گیا تھا مگر آج کل ربیعہ کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں اس لئے اماں بار بار اسے ساتھ چلنے کی تاکید کر رہی تھیں مجبوراً سب کے ساتھ اسے بھی مہندی کے روز ہی آنا پڑا تھا۔

''پارو تیری ماسی دا پتر تے بڑا سوہنا اے۔'' تاجی نے کسی اور ہی رنگ میں کہا تھا اپنے بالوں کی چوٹی لہراتی پارو نے تاجی کی نظروں اور بات کے تعاقب میں دیکھا وہ کسی رشتہ دار سے باتوں میں مصروف تھا۔ حال ہی میں وہ شہر سے کوئی ڈگری لے کر آیا تھا اور سننے میں آیا تھا کہ وہ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلینڈ یا امریکہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

''میری اماں کہہ رہی تھی پارو بیاہ کر اپنی ماسی کے گھر ہی جائے گی......'' شنو نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تھا اور پارو جیسے اچھل پڑی۔

''اری سچ کہہ رہی ہوں میری اماں کو خود تیری اماں نے بتایا تھا۔'' شنو پر سکون تھی پارو نے ایک بار پھر آژمیر کو دیکھا اب کے دھڑکن کی لے بدلی ہوئی تھی۔

''کیوں؟'' ''ہوگئی نالٹو؟'' شنو اور تاجی نے ایک ساتھ اسے چھیڑا۔

''ارے لٹو ہوتی ہے میری جوتی ہونہہ میں کسی کو کیا جانوں؟'' وہ بدتمیزی سے کہتی ہوئی صحن کے دوسرے حصے کی سمت مڑ گئی اور ملک آژمیر حیات نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا اس کی کمر پہ موٹی سی چوٹی جھول رہی تھی چوٹی کے ہر بل میں تفاخر جھلک رہا تھا اور اس کا جی چاہا اس کا یہ فخر و غرور یہ اکڑ چکنا چور کر کے رکھ دے۔

مہندی اور پھر شادی کے فنکشن میں بھی وہ بس اندر ہی اندر کھولتا رہا تھا پارو کی شکل جہاں بھی نظر آتی نفرت سے رخ موڑ لیتا تھا اور پارو جو اپنی سہیلیوں سے بچنے کے لئے اتنی کوفت بے زاری اور نفرت کا مظاہرہ کر کے آ گئی تھی اپنے دل کی دھڑکنوں پہ قابو ہی نہ پا رہی تھی وہ مہندی اور شادی کی تمام رسموں میں چوری چوری اسے دیکھتی رہی لیکن وہ کچھ زیادہ ہی روکھا پھیکا محسوس ہو رہا تھا۔ پارو جیسی نٹ کھٹ لڑکی کو چاہت کے مدہوش جذبے نے چھوا تو وہ چند دنوں میں ہی نکھرتی چلی گئی تھی...... اس کی شرارتوں میں اب شوخیاں بھی سما گئی تھیں ان ہی دنوں معلوم ہوا کہ آژمیر انگلینڈ جا رہا ہے اسے یونیورسٹی کی طرف سے سکالر شپ مل گیا تھا۔

پارو تھوڑی اداس ہوئی لیکن جب خالہ نے آ کر باقاعدہ منگنی کی رسم کرنے کا اظہار کیا تو پارو کی یہ اداسی کچھ دیر کے لئے رفع ہو گئی تھی قمر النساء کو اپنی چھوٹی بہن پہ حیرت ہوئی جوان کی اتنی بد دماغ بیٹی کو خوشی خوشی بہو بنانا چاہ رہی تھی۔

''قمری آپا کیوں جھلی ہو گئی ہے پارو تو میری خواہشوں کا آئینہ ہے مجھے ایسی ہی بیٹی کی ضرورت ہے اب ساجدہ کو دیکھو چپ چاپ بڑی ہوئی چار جماعتیں پڑھیں اور اپنے گھر بار کی ہو گئی نہ گھر میں موجودگی کا پتہ چلا نہ گھر سے غیر موجودگی کی خبر ہوئی پر دیکھنا جب پارو تیرے گھر سے رخصت ہو گی تو تجھے بڑا احساس ہو گا کہ پارو چلی گئی ہے۔'' انہوں نے بہن کو تسلی دلاسہ دیا اور پھر منگنی کی تیاری شروع کی گئی آژمیر کے جانے سے دو روز قبل پارو کو منگنی کی انگوٹھی پہنائی گئی اس کی سکھی سہیلیوں نے اسے خوب خوب تنگ کیا اور وہ کھلکھلاتی ہوئی ہر طرف رنگ بکھیرتی رہی اس کے دل میں نئے جذبوں نے جنم لیا تو ہر سو خوشبو کا بسیرا ہو گیا تھا اس کے کورے کاغذ سے دل پہ صرف اور صرف آژمیر کا نام لکھا تھا اور وہ اس میں خوش تھی۔

❁......❁......❁

منگنی کی وجہ سے آژمیر کی گھر والوں سے خاصی بدمزگی ہو چکی تھی۔

اور اسی بدمزگی میں ہی وہ گھر سے رخصت ہوا تھا پارو کے خلاف اس کے دل میں شعلے لپکتے تھے لیکن اماں نے اس کے انکار کے باوجود زبردستی اس کی منگنی کر کے ہی دم لیا تھا لیکن اس کی وجہ سے وہ اپنی ماں سے بدظن ہو چکا تھا اسے احساس ہونے لگا کہ اماں کو صرف اور صرف بہن اور بھانجی کی پرواہ ہے میری زندگی اور میری خوشیاں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔

رینا اس کی کلاس فیلو تھی بنیادی طور پر وہ پاکستانی ہی تھی البتہ اپنے طور اطوار سے وہ کہیں سے بھی پاکستانی نہیں لگتی تھی لیکن اس کے باوجود آژمیر کو اس کی ایک بات اچھی لگی کہ وہ زیادہ فرینک نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی شارٹ ڈریس پہنتی تھی ہمیشہ جینز شرٹ میں رہتی تھی اسے لڑکے لڑکیوں کی بے تکلفی اور دوستی کے نام پہ ''بے حیائی'' بھی ناپسند تھی اسی لئے اسے سنجیدہ سنجیدہ آژمیر حیات سب سے مختلف نظر آیا اور ایک پاکیزہ دوستی کا آغاز

کیا جب دونوں کو اپنے جذبوں کی شدت کا احساس ہوا تو دونوں نے بہت اعتماد اور سکون سے شادی کا فیصلہ کر لیا۔

آژمیر پہلے ہی گاؤں کی گنوار اور جاہل پارو سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا سو بہت آسانی سے رینا کو اپنی زندگی کا شریکِ سفر بنا لیا تھا ایک سال دوستی میں اور دوسرا سال میاں بیوی کے رشتے میں بندھ کے گزارا تو دونوں کا ایک دوسرے سے دور رہنا مشکل ہو گیا تھا دو سال بعد جب وہ واپس پاکستان لوٹا تو رینا اس کے ساتھ تھی لیکن رینا کا وجود اماں پہ کسی بم کی طرح پھٹا تھا انہوں نے آگے بڑھ کر بیٹے سے ملنے کی بجائے سر تھام کر قدم واپس موڑ لئے تھے۔‘‘

’’اماں میری بات تو سنو......‘‘ آژمیر یکدم آگے بڑھا مگر اماں اس کے بڑھنے سے پہلے ہی چکرا کر گری تھیں ملک ضمیر حیات (آژمیر کے والد) بھی اس دفعہ چپ نہیں رہ سکے تھے۔

’’چلے جاؤ یہاں سے مر گئے تم ہمارے لئے۔‘‘ انہوں نے ہمیشہ آژمیر کو ماں سے الجھے دیکھا تھا اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ بس کچھ دیر کے لئے ماں کو ستا رہا ہے لیکن وہ ماں کو ستانے کے لئے اس حد تک چلا جائے گا انہیں امید نہیں تھی اور جب وہ حد پار کر گیا تو ان کا مشتعل ہونا لازمی امر تھا......

رینا حیرت سے اس سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ شام کا وقت تھا اس لئے آژمیر اسے لے کر کہاں جا سکتا تھا واپسی کے لئے گھر سے نکلا تو چچا قدیر سے سامنا ہوا۔

ان کا گھر ملک ضمیر حیات کے پڑوس میں ہی تھا بائیں دیوار دونوں گھروں کی مشترکہ دیوار تھی چچا قدیر اسے اور رینا کو ساتھ ہی لے آئے تھے چچا قدیر کی بڑی بیٹی ماہین شروع سے ہی آژمیر کو بہت پسند کرتی تھی لیکن اپنی تائی کی زبان پہ ہمیشہ پارو کا ورد دیکھ کر ماہین کا خون جل کر رہ جاتا تھا لیکن آج جب پارو کی جگہ کسی اور کو دیکھا تو ماہین کو قدرے تسلی ہوئی تھی ایک دم دل پہ پھوار سی برسی......انہوں نے رینا کو ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ چچا قدیر کی فیملی کو اپنا ہمنوا دیکھ کر آژمیر کو تھوڑا حوصلہ ہو گیا تھا اس کے خیال میں وہ اماں ابا کو سمجھانے اور راضی کرنے میں اس کی مدد کر سکتے تھے وہ اپنی سوچوں میں غلطاں تھا اور رینا اپنی سوچوں میں......

’’آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں تھا کہ آپ کی انگیجمنٹ ہو چکی ہے......‘‘ تنہائی ملتے ہی وہ بولی۔

’’میں اس انگیجمنٹ کو نہیں مانتا کیونکہ اس رشتے میں میری مرضی یا پھر میری پسند ایک پرسنٹ بھی شامل نہیں تھی اور نہ ہی اب ہے میں نے اگر کسی کو پسند کیا ہے تو وہ صرف تم ہو اسی لئے شادی بھی کر چکا ہوں اگر اماں ابا نہیں مانے تو میں شہر جا کر فلیٹ لے لوں گا مجھے کسی کی کوئی پروا نہیں۔‘‘ آژمیر حیات بھی ان ہی کی اولاد تھا اپنی مرضی چلانے والا۔

’’لیکن آپ کو کم از کم اس رشتے کا ذکر تو کرنا چاہئے تھا میں کیوں خوامخواہ کسی کی قسمت کے آڑے آ گئی۔‘‘

رینا کو افسوس ہو رہا تھا مگر آژمیر نے اسے زیادہ دیر اس کیفیت میں نہیں رہنے دیا تھا بہت جلد وہ آژمیر کو اپنی قسمت ماننے میں کامیاب ہو گئی تھی لیکن اماں ابا نے اس کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور مجبوراً آژمیر رینا کو لے کر شہر چلا گیا تھا جہاں وہ اپنی تنہا اور الگ دنیا بسانے میں مصروف ہو چکا تھا اور اس دنیا سے کچھ دور پارو کی دنیا ساکت رہ گئی۔

''آ ژ میر شادی کر کے بیوی کے ساتھ واپس آیا ہے۔'' یہ اطلاع اس کے ہنستے کھیلتے دل پہ تیزاب کی مانند گری تھی اس کے خواب اس کے خیال اس کی خواہشیں اس کے ارمان سب جل گئے پہلی پہلی محبت اور مہکے مہکے خواب اتنی جلدی بے وقعت ہوں گے اسے اندازہ نہیں تھا اماں بھی اس خبر سے ڈھے سی گئی تھیں کیونکہ آج کل وہ صفیہ آپا کی طرف سے بھی پریشان تھیں صفیہ شادی کے اتنے برس بعد بھی اولاد کی نعمت سے محروم تھیں اور ان کے سسرال والے آج کل بچوں کے لئے کچھ زیادہ ہی بے قراری ظاہر کر رہے تھے پہلے تو ان کا شوہر ان کے ساتھ تھا مگر اب وہ بھی بچوں کی خواہش ظاہر کرنے لگا تھا۔

جس پہ صفیہ آپا پریشان ہونے لگی تھیں اور ان کی پریشانی اماں کا بھی دامن پکڑ چکی تھی ایک تو جوانی میں ہی بیوگی کا روگ لگ گیا اوپر سے تین تین بیٹیوں کا بوجھ...... دو بیٹیوں کے فرض سے تو وہ فارغ ہو چکی تھیں تیسری کا مسئلہ ابھی باقی تھا اور تیسری کے لئے ان کے دل میں تھوڑا اطمینان بھی رہتا تھا مگر آج وہ اطمینان بھی رخصت ہو چکا تھا۔

''اب کیا ہوگا؟ پارو کا کیا بنے گا؟'' اماں کی آنکھوں کے سامنے طرح طرح کے خدشے ناچنے لگے پارو خود بھی اس دھچکے کا شکار ہوئی تھی لیکن نجانے کیوں وہ اپنا روگ اماں کو نہیں لگانا چاہتی تھی۔

''دیکھ اماں مجھے تو وہ شروع سے ہی چنگا نہیں لگتا تھا اپنے آپ کو بڑا طرم خان سمجھتا ہے میں بھی کسی سے کم نہیں میری طرف سے بھاڑ میں جائے میرے لئے کوئی کمی ہے رشتوں کی، ایک اشارہ کروں تو لائن لگ جائے۔'' اس نے اماں کو تسلی دینے کی کوشش کی مگر وہ اپنے اندیشوں سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو رہی تھیں ایسی ہی کچھ کیفیت پارو کی بھی تھی، مگر وہ ظاہر نہیں کر سکتی تھی کہ آ ژ میر حیات اس کے لئے کیا اہمیت رکھتا تھا اگر ظاہر کرتی تو الٹا سہیلیاں اس کا مذاق اڑاتیں اور وہ اپنی محبت کا اپنے جذبوں کا مذاق نہیں بنوانا چاہتی تھی۔

اسی لئے اپنے اس زخم کو وہ بے نیازی اور لاپروائی کے مرہم سے ڈھک رہی تھی حالانکہ اس پہ جو قیامت گزر چکی تھی اس کے بعد ایسا حوصلہ اور ہمت رکھنا کافی حیران کن عمل تھا پارو کی سہیلیوں کو پتہ چلا تو انہیں بھی افسوس ہوا تھا مگر پارو نے خود پہ کوئی افسردگی طاری نہیں ہونے دی تھی انتہائی جذباتی، منہ پھٹ اور بدتمیز پارو سے ایسے رویے کی امید رکھنا اپنی امیدوں پہ پانی پھیرنے کے برابر تھا لیکن یہاں تو سب کچھ الٹ ہی نظر آ رہا تھا پارو سہیلیوں کی باتوں اور اماں کی پریشانی کی وجہ سے لاپروائی کا چولا پہن چکی تھی اسے آ ژ میر سے کوئی مطلب نہیں تھا لیکن درحقیقت دل رو رہا تھا۔

❁......❁......❁

صفیہ کی طلاق قمر النساء کو بستر سے لگا گئی اور قمر النساء کا دکھ فخر النساء کو کھائے جا رہا تھا وہ بہن کو منہ دکھانے کے قابل نہ تھیں پہلے پارو کی طرف سے دکھ ملا اب صفیہ کی طرف سے تو عمر بھر کا داغ لگ گیا تھا قمر النساء کی ساری توانائی رخصت ہوگئی وہ دنوں میں مزید بوڑھی ہوگئی تھیں...... انہی دنوں ساجدہ آپا اور آ ژ میر کا ٹکراؤ ہو گیا تھا اور آ ژ میر سے ہی پتہ چلا کہ رینا امید سے ہے یہ خبر اماں کو ملی تو پہلو بدل کر رہ گئیں اور ان کی بے چینی ملک ضمیر حیات سے چھپی نہ رہ سکی۔

''نیک بخت اتنی پریشان کیوں ہو؟'' انہوں نے اپنی پگ اتار کر چارپائی پہ رکھی اور اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے گھر والی سے

مخاطب ہوئے۔

''ابھی بھی پوچھتے ہو ملک جی کہ پریشان کیوں ہو؟'' ان کا لہجہ بھرا گیا تو ملک جی لمحہ بھر کے لئے چپ سے ہو گئے۔

''دیکھ فخری بیگم تیری بہن بھی صرف ایک ہے اور ہمارا پتر بھی صرف ایک تیری بہن سمجھدار ہے اولاد کی منہ زوریاں سمجھتی ہے لیکن ہمارا پتر ناسمجھ ہے ماں باپ کی مجبوریاں نہیں سمجھ سکتا اس لئے ایک کو سمجھا اور ایک کو خود سمجھ......'' ملک ضمیر حیات کی بات پہ وہ خود نا سمجھی سے دیکھنے لگی تھیں۔

''ارے میری جھلی ملکانی عقل سے کام لے اپنے پتر کی خوشی میں خوش ہونا سیکھ اپنے پوتے پوتی کے لئے دعا کر ہو سکتا ہے رب پارو کے نصیب اور اچھے کر دے اور بہن کو سمجھا کہ اولاد کسی کے بھی اختیار میں نہیں ہوتی اولاد اڑیل گھوڑی کی طرح ہوتی ہے کبھی قابو آ جاتی ہے کبھی بے قابو ہو جاتی ہے اور ہماری اولاد بھی بے قابو ہو گئی ہے لیکن بے قابو اولاد ہو یا گھوڑی اسے چھوڑا تو نہیں جا سکتا نا؟'' انہوں نے رفتہ رفتہ بیوی کو کچھ قائل کر ہی لیا تھا اور پھر اماں ابا کے ساتھ رینا کی ڈلیوری سے ایک روز قبل ان سے ملنے شہر آ گئی تھی۔

''آنٹی آپ؟'' فلیٹ کا دروازہ رینا نے ہی کھولا تھا۔ آذمیر گھر پہ نہیں تھا اس نے کافی خوش دلی سے ان کا استقبال کیا تھا۔ اماں بھی اس کے خلاف دل میں موجود تمام کدورتیں دھو کر آئی تھیں کافی دیر بعد آذمیر گھر میں داخل ہوا تو ٹھٹک گیا۔

''اتنی دیر لگا دی آپ نے، انکل اور آنٹی کب سے آئے بیٹھے ہیں۔'' رینا اٹھ کر اس کے قریب گئی وہ رینا اور اماں ابا کے اچھے تعلقات کی جھلک ان کے چہروں سے دیکھ چکا تھا اسی لئے آگے بڑھ کر اس نے بھی ماں کے قدم تھام لئے۔

''اماں مجھ سے جو بھی غلطی ہوئی ہے مجھے معاف کر دینا میں رینا کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اس نے پردیس میں میرا اتنا ساتھ دیا میرا خیال رکھا اپنے دیس آ کر میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا تھا اور پارو سے منگنی آپ کی اپنی جلد بازی تھی میں نے آپ کو روکا تھا کہ ایسا مت کریں۔ وہ بھی ماں کو دکھ دے کر خوش نہیں تھا اسے بھی ندامت ہوتی تھی مگر اب ساری ندامت ڈھل چکی تھی۔

❁......❁......❁

''آذمیر آپ کو مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہے۔'' رینا ہسپتال جانے سے پہلے اس کے قریب آ گئی تھی۔

''جب سے تم ملی ہو تب سے وعدے ہی تو کر رہا ہوں۔'' وہ خوش گوار لہجے میں بولا۔

''جو میں کہہ رہی ہوں وہ بتائیں۔'' رینا بضد تھی۔

''اوکے بابا کہو کیسا وعدہ لینا ہے۔'' وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''آپ آئندہ کبھی انکل اور آنٹی کا دل نہیں دکھائیں گے اور کبھی ان کی کسی بات سے اختلاف نہیں کریں گے آپ ان کے اکلوتے بیٹے ہیں ان کے بہت سے ارمان آپ کی ذات سے جڑے ہیں اگر آپ ان کے ارمانوں کو جھٹکتے ہیں تو ان کا دل بجھ جاتا ہے پلیز مجھ سے وعدہ کریں جو وہ کہیں گے آپ وہی کریں گے۔''

رینا نے اس سے وعدہ لیا تھا وہ آج تو وہ اپنے آنے والے بچے کے لئے اتنا خوش تھا کہ رینا اس سے دنیا چھوڑنے کا وعدہ لیتی تو وہ فوراً یہ

وعدہ بھی کر لیتا اسے اپنے بچے کی آمد کا بڑی بے چینی اور شدت سے انتظار تھا اماں ابا بھی ساتھ ہی ہسپتال گئے دن بھر کی ٹریٹ منٹ کے بعد رینا کو شام کے وقت لیبر روم لے جایا گیا تھا اور پھر آژمیر کے انتظار کی گھڑیاں طویل سے طویل تر ہوتی چلی گئیں۔ اماں جائے نماز بچھا کر مسلسل دعائیں کر رہی تھیں ابا بھی پریشان تھے تھوڑی دیر بعد پتہ چلا کہ کیس میں کافی پیچیدگیاں ہیں دونوں میں سے کسی ایک کی جان بچائی جا سکتی تھی آژمیر کے لئے دونوں ہی اہم تھے وہ دونوں کی زندگی چاہتا تھا لیکن دل پہ پتھر رکھ کے صرف ایک کا نام لینا بہت دشوار مرحلہ تھا پھر بھی اس نے رینا کا نام لیا تھا مگر رب کو کچھ اور منظور تھا مردہ بچے کو جنم دینے والی رینا خود بھی ڈلیوری کے بعد صرف ایک گھنٹہ جی سکی تھی اور آژمیر خالی ہاتھ کھڑا دھواں دھواں نظروں سے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے سامنے پڑے مردہ وجود اس کی زندگی کا حصہ تھے اور اس کی زندگی سے کٹ گئے ہیں زندگی کے حصے کٹ جائیں تو انسان یونہی بے حس و حرکت ہو جاتا ہے وہ بھی بے حس ہو چکا تھا اماں ابا اس دکھ پہ بہت روئے تھے لیکن وہ تو رونے کے قابل بھی نہیں تھا۔ آژمیر کا سنبھلنا بے حد مشکل ہو چکا تھا اس کے دل میں خلا بن چکا تھا۔

❁......❁......❁

رینا کی موت کا سن کر صفیہ اور ربیعہ دونوں بہنیں اظہار تعزیت کے لئے آئی تھیں اماں ان دونوں سے شرمندہ بھی تھیں اور بیٹے کے دکھ پہ دکھی بھی ہو رہی تھیں۔

''خالہ آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں اگر پارو کا نصیب آپ کے آنگن سے وابستہ نہیں تھا تو اس میں آپ کا یا پھر کسی اور کا کیا قصور آپ سمجھدار اور باحوصلہ ہیں آپ اپنے آپ کو سنبھالیں اور آژمیر کو بھی تسلی دیں اس وقت اسے آپ کی تسلی اور محبت کی ضرورت ہے۔''

ربیعہ نے کافی متانت اور بردباری سے اپنی خالہ کو سمجھایا تھا۔

''پر میں قمری آپا کو کیا منہ دکھاؤں گی اور جس کے لئے اس نے اتنا بڑا قدم اٹھایا تھا وہ بھی نہیں رہی اور ساتھ ہی اولاد جیسا دکھ بھی دے گئی کیسی قسمت تھی بدنصیب کی......'' انہیں سچ مچ رینا اور بچے کی موت کا بہت دکھ پہنچا تھا۔

''یہ بھی اللہ کے فیصلے ہیں خالہ حوصلہ رکھو رب بہتر کرے گا اور اماں کی فکر نہ کرو وہ بھی سنبھل جائے گی اس پہاڑ سی زندگی میں اتنے اتنے دکھ دیکھے ہیں ایک اور سہی۔ صفیہ کی مسلسل خاموشی کے باعث ربیعہ کو ہی بولنا پڑ رہا تھا۔ ربیعہ پھوپھی زاد سے بیاہی گئی تھیں اور اس وقت دو سالہ بیٹے کی ماں تھیں اس کی طرف سے قمرالنساء کا دل پرسکون تھا کافی دیر وہ لوگ بیٹھی رہیں آژمیر سے بھی سرسری سا سامنا ہوا وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

❁......❁......❁

رینا کی موت کے ایک سال بعد اماں ابا نے باہمی مشورے کے بعد ایک ارادہ کیا تھا اور ان کا ارادہ جب آژمیر کی سماعتوں تک پہنچا تو وہ پورے ایک سال بعد کسی آتش فشاں لاوے کی طرح پھٹ پڑا تھا۔

''پھر وہی پارو؟ اماں یہ پارو میری زندگی کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ رہی؟ یہ پارو مر کیوں نہیں جاتی؟ رینا کی جگہ یہ کیوں نہیں مری آسیب کی طرح چمٹ گئی ہے۔ میری ذات کو، اس کی وجہ سے آپ نے رینا کو ٹھکرا دیا گھر سے نکال دیا اسے، اسی کی وجہ سے آپ نے میری خوشیاں قبول نہیں

کیں اسی کی وجہ سے آپ کو اپنے سگے بیٹے کی پروا نہیں رہی کاش میں اس پارو کا قتل کر سکوں۔''

آژمیر کا بس چلتا تو پارو کو کسی بم سے اڑا دیتا وہ پارو کا نام سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گیا تھا اسے پارو کی ذات سے نفرت اور زیادہ ہو گئی تھی اس کا نام ہی اسے شعلوں پہ گرانے کے لئے کافی تھا۔ اماں ابا اس کا اس قدر شدید ردعمل دیکھ کر اس بار خوش نہیں ہوئے تھے انہوں نے اسے کہہ دیا تھا اس بار حتمی فیصلہ کر لے، والدین عزیز ہیں تو ان کی بات ماننی ہوگی ورنہ...... اور وہ اس بار تمام ہتھیار ڈالنے پہ مجبور ہو گیا تھا۔

''پارو ایک بار اس گھر میں آ جاؤ بڑے حساب نکلتے ہیں تمہاری طرف، تم نے میری زندگی اجیرن کی ہے میرے والدین کو بھی میرا نہیں رکھا میں تمہارا پھر بھی نہیں ہوں گا۔''

اس نے پارو کے خلاف اپنے دل میں ایک نفرت کا جہان آباد کرتے ہوئے اپنی رضامندی اماں ابا کے حوالے کر دی اور اماں کے تو سمجھو قدم ہی زمین پہ نہ پڑ رہے تھے انہوں نے آژمیر کو ہزاروں دعائیں دے ڈالیں اس کے ماتھے پہ پیار بھی کیا اور وہ خاموش سرد مہری سے بس اماں کا چہرہ دیکھتا رہا اس کی خوشی میں وہ لوگ خوش نہیں ہوئے تھے اب ان لوگوں کی خوشی میں وہ خوش نہیں تھا اس کے تمام احساسات سپاٹ ہو چکے تھے اس کے دل میں اب سرد لہو گردش کرتا تھا۔ البتہ نفرت کے احساس سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا۔

❁......❁......❁

''میری طرف سے انکار ہے......'' پارو نے اماں اور ماسی کے سامنے دو ٹوک اور صاف صاف انکار کر دیا تھا۔

''پارو زبان بند رکھ اپنی۔'' اماں کو غصہ آیا اس کی منہ پھٹ زبان سے پہلے ہی وہ ڈرتی تھیں آج وہ ماسی کے سامنے کوبھی لگی لپٹی رکھے بغیر بول پڑی تھی مزید نجانے کیا گل افشانی کرتی۔

''اماں میری زبان بند ہے، کھلوانے کی کوشش نہ کر، مجھے تیری بہن کے گھر بیاہ نہیں کرنا تو نہیں کرنا بس میں نے کہہ دیا۔'' پارو کو پاس ہی بیٹھی خالہ فخر النساء کی کوئی پروا نہیں تھی۔

خالہ چپ ہو گئیں انہیں پتہ تھا ایک بار رشتہ توڑ کر دوبارہ جوڑنے کا یہی انجام ہوتا ہے مگر وہ کسی بھی حال میں اپنی بہن سے رشتہ جوڑنا چاہتی تھیں انہوں نے بڑی بہن سے ہاتھ جوڑ کر معافی بھی مانگی پھر ملک ضمیر حیات بھی بیٹے کی وجہ سے شرمندہ ہو رہے تھے ایسے میں قمر النساء سے نظر انداز کرنا مشکل ہو گیا تھا اور اماں کو نرم پڑتے دیکھ کر پارو ضد کر بیٹھی اس نے انکار کر دیا تھا......

''قمری آپا ہم پرسوں پھر آئیں گے آپ آرام سے صلاح مشورہ کر لیں۔'' وہ جاتے جاتے ان کو کچھ اور وقت دے گئیں تاکہ وہ پارو کو سمجھا سکیں لیکن پارو تو کسی کو پٹھے پہ ہاتھ ہی نہیں رکھنے دے رہی تھی۔

''آخر تو چاہتی کیا ہے؟'' اماں کو پارو پہ تاؤ آ رہا تھا۔

''بس میں اس سے بیاہ نہیں کرنا چاہتی اماں میرا بیاہ جس سے چاہے کر دے پر اپنی بہن کے بیٹے کا نام نہ لے میرا دل جل جاتا ہے اس کے نام سے۔''

پارو نخوت اور نفرت سے کہتی باہر چلی گئی اور اماں کے لئے اور زیادہ پریشانی چھوڑ گئی تھی پھر صفیہ آپا نے انہیں تسلی دی اور اسے پیار سے سمجھانے کا مشورہ دیا تھا مگر پارو کو ملک آژ میر حیات سے اس قدر نفرت اور بے زاری ہو چکی تھی کہ وہ نہ پیار سے سمجھ رہی تھی نہ ڈانٹ سے...... ایسے میں اماں کے سر میں نجانے کیسا درد اٹھا کہ شہر کے ہسپتال ایڈمٹ کروانا پڑا صفیہ اور ربیعہ تو پریشان تھیں ہی پارو کا بھی بُرا حال ہو چکا تھا ان بہنوں کا واحد سہارا صرف اماں ہی تو تھیں اور ان ہی کے دم سے آج وہ ایک چھت تلے بیٹھی تھیں۔

قمر النساء نے ہوش میں آنے کے بعد بھی پارو سے مان جانے کی التجا کی تھی اور پارو نے چھم چھم نیر بہاتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا ورنہ ابھی تک اپنے ٹھکرائے جانے کا زخم پارو کے دل کو بری طرح تڑپا رہا تھا اس کا جی چاہتا جس طرح ملک آژ میر نے اس کی محبت اس کے معصوم جذبات اور اس کی ذات کو ٹھکرایا تھا اسی طرح وہ بھی اسے ٹھکرا سکتی بلکہ ایک بار نہیں کئی بار ٹھکراتی تب بھی اس کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوتا مگر اماں کی تکلیف کے آگے ہار گئی اس نے اماں کی خاطر ملک آژ میر کی یہ گستاخی درگزر کر ڈالی لیکن اس کے اندر جو اُبال اٹھتے تھے وہ اماں کو بخوبی نظر آتے تھے انہیں معلوم تھا کہ وہ کچھ بھی کر سکتی ہے اسی لئے رخصتی سے قبل انہوں نے اپنے ہاتھ جوڑ کے اسے اپنی عزت اور تربیت کی لاج رکھنے کا واسطہ دیا تھا اور وہ جو کبھی بھی کسی بھی چیز کے آگے جھکتی نہیں تھی نہ ہی موم ہوتی تھی۔ اور نہ ہی کبھی اس پہ کسی چیز کا اثر ہو سکتا تھا وہی ماں کے جڑے ہوئے اور بے بسی سے بہتے آنسو دیکھ کر جھک گئی تھی موم ہو گئی اس پہ ماں کے دکھوں کا اثر ہو گیا تھا اسے ماں کی تکلیف اور پریشانی کا احساس ہو گیا تھا اس نے اپنے دل سے عہد کر لیا کہ اب کبھی اماں کو تنگ نہیں کرے گی چاہے کچھ بھی ہو اور اس عہد کو نبھانے کے لئے ابھی اسے کچھ وقت کی ضرورت تھی ابھی اسے صبر وضبط کے آداب سیکھنے کے مراحل سے گزرنا تھا۔ اس کے اندر پہلے جیسے جوش اور غصے کے ابال اٹھتے تھے مگر وہ برداشت کر رہی تھی یعنی برداشت کرنے کا عمل شروع ہو چکا تھا کیونکہ کل رات سے لے کر اب تک وہ آژ میر کے کچھ ڈھکے چھپے اور کچھ عیاں ہوتے نشتر کافی حد تک خاموشی سے سہہ چکی تھی اور آئندہ بھی وہ اپنے عہد پہ عمل پیرا ہونا چاہتی تھی اس نے سب کو ستانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا...... اب شاید وہ صرف اور صرف اپنے آپ کو ستانا چاہتی تھی اور اپنے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی۔

❁......❁......❁

آج وہ شادی کے دو دن بعد پہلی بار میکے جا رہی تھی اس کے ساتھ فروٹ، مٹھائیاں اور میوہ جات کے ٹوکرے بھیجے جا رہے تھے۔

آژ میر صبح سویرے ہی شہر جانے کے لئے نکل چکا تھا اس نے شہر میں ایک دوست کے ساتھ مل کر پارٹنر شپ کے طور پہ بزنس شروع کر رکھا تھا نیا نیا کام جمایا تھا اس لئے زیادہ توجہ کا حامل تھا فخر النساء نے روکنے کا ارادہ کیا پھر رک گئیں کہ جاتا ہے تو جائے شام تک آ جائے گا اور انہوں نے شام تک آنے کی تاکید بھی کی تھی لیکن پارو کو پتہ تھا کہ وہ نہیں آئے گا شام کو جب ربیعہ اپنے شوہر کے ساتھ اسے لینے کے لئے آئی وہ اس وقت بھی نہیں آیا تھا اور پارو چلی بھی گئی تب بھی اس کی آمد کا کوئی آثار نہیں تھا اور پارو آج ایک نئے عمل سے گزر رہی تھی یعنی دکھاوے اور چھپانے کے عمل سے اس نے آج تک کچھ نہیں چھپایا تھا سوائے آژ میر کی محبت کے جو وہ اس سے کرتی تھی اور آج بھی وہ سب کچھ بتا رہی تھی سوائے آژ میر کی نفرت کے جو وہ اس سے کرتا تھا اس نے سہیلیوں کے سامنے دکھاوا کیا اماں اور بہنوں سے سب کچھ چھپایا تاکہ وہ لوگ اس کی طرف سے پریشان نہ ہوتیں۔ البتہ

خود اس نے تنہائی ملتے ہی خوب دل کھول کر آنسو بہائے تھے اور اپنے دل کا غبار نکالا تھا۔

❁.......❁.......❁

پارو کو واپس سسرال آئے ہوئے ہفتہ ہو چکا تھا لیکن آژمیر ابھی تک نہیں لوٹا تھا ملک ضمیر حیات دو بار اسے فون کر چکے تھے لیکن وہ جواباً یہی کہتا کہ کام نیا نیا ہے توجہ مانگتا ہے اور وہ ہمیشہ اس جواب پہ جھنجلا جاتے کہ بیوی بھی نئی نئی ہے توجہ مانگتی ہے کچھ اس کا ہی خیال کر لو جس پہ وہ جلد آنے کا وعدہ کر کے فون بند کر دیتا تھا لیکن اماں کو بیٹے کی فطرت کا اندازہ تھا انہیں احساس تھا کہ وہ انہیں...... گجھی مار (اندرونی مار، سزا) دینا چاہتا ہے اور یہ سارے بہانے صرف پارو کے لئے بنا رہا ہے حالانکہ پارو کو اس کے ہونے اور نہ ہونے کی کوئی پروا نہیں تھی وہ ان آٹھ دن دنوں میں اپنے لئے مصروفیت ڈھونڈ چکی تھی۔

میکے میں تو اس کا مشغلہ تھا دیواروں اور درختوں پہ چڑھنا بچوں کے ساتھ کھیلنا اور سہیلیوں کے ساتھ شرارتیں کرنا دن بھر اماں کو چھیڑنا اور پھر صلواتیں سننا البتہ یہ سارے کام وہ یہاں نہیں کر سکتی تھی اس لئے خالہ اماں کے کئی کام اپنے ذمے لے لئے تھے۔ جن میں مصروف ہو کر وہ کافی مطمئن اور پرسکون بھی تھی اس وقت بھی وہ پورا صحن جھاڑو سے صاف کر کے مرغیوں کا ڈربا کھولے ان کو دانہ ڈال رہی تھی جب برابر والے گھر کی دیوار سے ماہین کا چہرہ نمودار ہوا لیکن پارو مرغیوں کی چہل قدمی اور دانہ چگنے کا منظر دیکھنے میں اتنی محو تھی کہ دیکھ نہ سکی۔

''لگتا ہے آژمیر کچھ زیادہ ہی گہری سوچیں سونپ گیا ہے؟'' ماہین کا لہجہ کافی خوشگوار تھا لیکن اس خوشگواریت کے پیچھے کانٹوں کی چبھن پل بھر میں اسے اپنا آپ باور کروا گئی تھی۔

''جتنی سوچیں مجھے سونپ کر گیا ہے اتنی ہی میں نے بھی اس کے ساتھ بھیجی ہیں میں تو رات کو سو جاتی ہوں وہ تو سوتا بھی نہیں۔'' پارو نے مٹھی سے سارا باجرا مرغیوں کے آگے گراتے ہوئے ہاتھ جھاڑا اور پوری کی پوری ماہین کی سمت گھوم گئی۔

''اگر رات کو سوتا ہی نہیں تو پھر تمہارے پاس ہی آجائے نا؟'' ماہین کے لہجے میں طنز وافر تھا۔ وہ ہلکے سے مسکرائی اور ماہین کا دل سلگ گیا۔

''وہ تو آتا ہے میں نے ہی منع کیا تھا اصل میں باجی جدائی میں بڑا مزہ ہے پیار بڑھتا ہے۔'' پارو بھی اس کی رگ جان چکی تھی ماہین کا رنگ نیلا پیلا ہونے لگا تھا۔

''یہ کیوں نہیں کہتیں کہ وہ شہر میں رینا کی یادیں تازہ کرنے کے لئے رہتا ہے۔''

''یادیں بھی تو ان ہی کی تازہ کی جاتی ہیں جو مردہ ہو جاتے ہیں اور مردہ چیزوں سے مجھے کیا مطلب اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے میں تو زندہ ہوں......'' پارو آخر پارو تھی۔ ماہین کو دیوار سے اترتے ہی بنی لیکن بعد میں اس کا دل بچ مچ بجھ کر رہ گیا تھا وہ آژمیر کا رویہ تو برداشت کر سکتی تھی مگر لوگ...... جو طنزیہ نظروں سے دیکھتے اور نوک دار باتیں کرتے تھے وہ برداشت کرنا ذرا مشکل ہو جاتا تھا۔

''پارو کیوں کھڑی ہے پتر؟'' اماں رسوئی (کچن) سے نکلیں تو اتنی دیر سے اسے یونہی چپ چاپ کھڑے دیکھ کر تشویش سے پوچھ بیٹھیں۔

''کچھ نہیں بس وہ ماہین باجی کھڑی تھیں اس لئے میں بھی رک گئی۔'' اس نے سر جھٹک کر اپنی سوچوں کو بھی جھٹک دیا تھا۔

''اماں ایک بات کہوں؟'' پارو نے بھی بات کرنے سے پہلے کسی سے اجازت لینا تھی حیرت کا مقام تھا۔

''ارے پتر لکھ واری آکھ۔'' خالص پنجابی اور خالص محبت سے اجازت دی گئی۔

''تو ابا سے پیار کرتی ہے یا ابا تجھ سے پیار کرتا ہے؟'' اس کی بات پہ اماں کے چہرے پہ چمک اور رنگ دوڑ گئے اور کچھ بھولی بسری شرم وحیا بھری مسکان بھی ہونٹوں پہ آٹھہری۔

''جھلی یہ کیا بات ہوئی؟''

''یہی تو اہم بات ہے اماں!'' پارو نے زور دیا۔

''سچی پوچھو تو ہم دونوں ہی بڑا پیار کرتے تھے ملک جی غصے کا نام بھی نہیں جانتے پر میں بڑی چھیتی غصہ کر جاتی تھی اس لئے وہی مجھے مناتے تھے اور جب میں نہیں مانتی تھی تو وہ اندر باہر چپ چاپ پھرتے رہتے تھے پھر قمری آپا صلح صفائی کرواتی تھیں اس لئے ہمارے پیار ومحبت میں قمری آپا بھی شامل ہیں۔'' اماں کی بات پارو نے مکمل دلچسپی سے سنی تھی۔

''یعنی زیادہ پیار ابا ہی کرتے تھے؟'' پارو کی بات پہ اماں نے کسی اور ہی رنگ میں چونک کر دیکھا ان کا دھیان آژ میر کی طرف چلا گیا تھا۔

''نہ پتر زیادہ پیار مرد بھی اسی وقت تک کرتا ہے جب تک اس کی بات مانتی رہو اور اسے غصہ نہ دلاؤ، جہاں بات نہ مانی اور مرد کو غصہ آگیا سمجھو سارا پیار محبت ہوا ہو گیا یوں سمجھو مرد مطلب سے پیار کرتا ہے اور عورت بغیر مطلب کے۔'' اماں نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسے تھوڑا سمجھانے کی سعی کی ابھی نجانے یہ گفتگو کیا رخ اختیار کرتی محلے کی دو خواتین آگئیں اور پارو اٹھ کر سبزی بنانے چلی گئی۔

❁......❁......❁

شام کا پنچھی گاؤں کی کچی پکی دیواروں لہلاتے سرسبز کھیتوں اور گنگناتے درختوں پہ اپنے سرمئی پروں کا سایہ پھیلا چکا تھا کہیں سے خوشبو دار ہنڈیا کی مہک اور کہیں سے روٹیاں بناتے ہاتھوں میں پڑی چوڑیوں کی کھنک اٹھ رہی تھی کوئی ماں اپنے بچے کو آوازیں دے کر شام ہونے پہ گھر بلا رہی تھی اور کوئی بچہ ماں کا آنچل تھامے بھوک پہ بے صبری کا اظہار کر رہا تھا پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں اپنی جگہ سیٹ کرتے ہوئے شور مچا رہے تھے اور کوئی اپنی جگہ چھن جانے پہ واویلا کرتے ہوئے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا ایسے میں موذن کی پکار پہ پورے ماحول پہ ایک سکون بھرا سناٹا چھا گیا کئی لڑکیوں بالیوں نے بے اختیار دوپٹے کی طرف ہاتھ بڑھا کر سر ڈھانپ کر اس پکار کو عقیدت سے سنا کئی مردانہ قدم مسجدوں کی طرف اٹھنے لگے اور کئی عورتیں وضو کرنے چل دیں۔

انتہائی خاموش بیٹھی پارو نے ابا کو نماز کے لئے گھر سے نکلتے دیکھا پھر نظر اماں کی طرف اٹھی وہ بھی مرغیوں کا ڈربا بند کر کے وضو کرنے جا رہی تھیں۔ چڑیوں اور کوؤں کے شور میں اب خاموشی اتر چکی تھی سب کو علم ہو گیا کہ ایک دن تمام ہو چکا ہے اللہ کا شکر ادا کرنے کی گھڑی ہے سو سبھی اس کے حضور جھکتے جا رہے تھے بے اختیار پارو کے قدم بھی غسل خانے کی جانب بڑھنے لگے تھوڑی دیر بعد وہ نماز پڑھ کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رہی تھی جب باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔

''آژمیر آیا ہے؟'' بے اختیار اماں خوشی سے اٹھ کھڑی ہوئیں پارو آواز سن چکی تھی مگر اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی وہ ہنوز دعا کی حالت میں بیٹھی رہی اماں نے جلدی جلدی پچھواڑے کا کام کرنے والی نسرین کو دروازے کی چابی دے کر بھیجا لکڑی کے گیٹ سے چمچماتی ہوئی لینڈ کروزر اندر داخل ہوئی۔

''اس کو دوسری سائڈ پہ باندھ آؤ یہ گاڑی خراب بھی کر سکتی ہے۔'' اس نے گاڑی سے اترتے ہی گیٹ کے قریب بندھی بڑے بڑے سینگوں والی بھینس کو بے زاری سے دیکھا۔

''اسے ہی کھولنے آئی تھی ملک جی ابھی لے جاتی ہوں۔'' نسرین نے جھک کر بھینس کو کھونٹے سے کھولا اور گھر کے رہائشی حصے کی سائیڈ سے گزر کر پچھواڑے میں لے گئی جہاں بھینسوں بکریوں اور دوسرے پالتو جانور رکھنے کا انتظام کیا گیا تھا جس کو دیہاتی زبان میں ٹھارا بولتے تھے۔

آژمیر نے قریب آ کر اماں کو سلام کیا ان کے دل میں بے پناہ خفگی تھی مگر بیٹے کو سامنے جھکے دیکھ کر خفگی برقرار نہ رکھ پائیں اور انتہائی نرمی اور پیار سے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔

''جیتے رہو'' اسے دعائیں دیتیں وہ ممتا کے احساس سے مغلوب تھیں۔ آخر اتنے دنوں بعد بیٹے کو دیکھ رہی تھی البتہ چارپائی پہ بیٹھے ہوئے آژمیر کی بے ارادہ نظر برآمدے کی طرف اٹھ گئی جہاں وہ جائے نماز بچھائے نماز کے بعد دعاء کر رہی تھی۔ اس نے دوسرے لمحے نظروں کا زاویہ بدل ڈالا اسے اس کو دیکھنے کا کوئی شوق بھی تو نہیں تھا۔

''پارو پتر جلدی سے ٹھنڈا شربت لے کر آ اور پنکھا بھی چلا دے بڑی گرمی ہے۔'' وہ آژمیر کے سامنے والی چارپائی پہ بیٹھ چکی تھیں۔

''نہیں اماں شربت نہیں سادہ پانی چاہئے۔'' اس نے روک دیا۔

پارو سن چکی تھی اس لئے برآمدے میں رکھی فریج سے ٹھنڈے پانی کا گلاس لے آئی جو انتہائی خاموشی سے اس کی سمت بڑھا دیا تھا نہ دعا نہ سلام۔ اماں تو پارو کے پانی لانے سے قبل ہی وہاں سے غائب ہو چکی تھیں کہ نسرین ابھی تک دودھ لے کر نہیں آئی لیکن اماں جن کے لئے غائب ہوئی تھیں وہ جذباتی طور پر خود غائب تھے ان میں فی الحال ایسا کوئی رشتہ نہیں تھا جو ان کو جذباتی طریقے سے ایک دوسرے کے قریب کرتا یا پھر شادی کے بعد پہلی بار ملاقات ہونے پہ کچھ انوکھا سا اچھوتا سا احساس دلاتا دونوں طرف لاتعلقی اور بے نیازی عروج پہ تھی۔

اس کے ہاتھ سے گلاس تھامتے ہوئے بھی آژمیر نے نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور وہ بھی لاپروائی سے کھڑی گلاس خالی ہوتے ہی الٹے قدموں لوٹ گئی تھوڑی دیر بعد گھر میں کچھ چہل پہل سی ہونے لگی۔

ابا نماز پڑھ کے آ چکے تھے چچا قدیر کو آژمیر کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بھی ملنے چلے آئے، چچی زہرہ بھلا کیوں پیچھے رہتیں ایسے میں پارو کو احساس ہوا کہ دیوار پار سے بھی کسی نے آژمیر کی آمد کو ''ویلکم'' کیا ہے۔

کھانا کھانے کے بعد کافی دیر یونہی صحن میں محفل لگی رہی البتہ پارو ان لوگوں کو چائے دے کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی گرمی کا احساس کافی تھا لیکن وہ کمرے سے باہر سونے کی عادی نہیں تھی اسی لئے تین چار روز قبل ملک ضمیر حیات اس کے لئے روم کولر لے آئے تھے پارو کے ان ناز نخر

اٹھائے جانے پہ ماہین نے کافی ناک بھوں چڑھائی تھی۔

''اب ایسی بھی کیا نازک مزاجی کی صحن میں نہ سویا جا سکے ہم بھی تو سوتے ہیں ہونہہ فضول میں آٹھ دس ہزار روپیہ خرچ کروانا ضروری تھا؟'' پارو اسے جواب کیا دیتی ابا خود ہی بول پڑے۔

''جب گھر بار ہی اس کا ہے تو پھر آٹھ دس ہزار کیا اہمیت رکھتے ہیں۔'' جس پہ ماہین مزید جل کر رہ گئی......

''میرا آسمانی سوٹ کہاں ہے؟'' بے حد تیکھے...... بے زار اور برہم لہجے میں پوچھا گیا اور غنودگی میں اتری پارو یکدم چونک کر بے دار ہوئی آژمیر الماری کھولے کھڑا تھا۔ پارو کی ناسمجھ سوالیہ نظریں دیکھ کر اور تلملایا۔

''محترمہ! میں پوچھ رہا ہوں میرا آسمانی رنگ کا سوٹ کہاں ہے اگر ہوش وحواس مکمل ہیں تو بتا دیں تا کہ میں کپڑے بدل سکوں۔'' لہجے کی کاٹ میں اضافہ ہو چکا تھا۔ پارو نے اس کا سوٹ نچلے خانے میں تہ کر کے رکھا ہوا تھا اس لئے خود ہی بیڈ سے اتر آئی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا اور پارو آگے بڑھ کر الماری سے سوٹ نکالنے لگی بے زاری کے عالم میں آژمیر نے اس کی پشت کو گھورا مگر چونک گیا سیاہ بالوں کی موٹی سی چوٹی ناگن کی طرح نازک کمر پہ جھول رہی تھی اس کی نظر دراز چوٹی کو چھوتے ہوئے اس کی گردن اور کندھوں تک چلی گئی دوپٹہ شانوں پہ تھا البتہ سر سے ڈھلکا ہوا تھا۔ نچلے خانے سے سوٹ نکالنے کے لئے وہ جھکی اور چوٹی بل کھا کر شانے سے گزر کے نیچے جا گری۔

''یہ لیجئے۔''

وہ یکدم پلٹی تو آژمیر یکدم ٹپٹا گیا۔ نگاہ لڑکھڑا کے رہ گئی تھی سوٹ لے کر تیزی سے کمرے سے چلا گیا تھا اندر ہی اندر اپنے آپ کو جھڑک دیا کہ پارو کو اس طرح دیکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی میرے لئے پہلا اور آخری حسن صرف رینا کا ہی تھا باقی ساری دنیا کی خوب صورتی میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی اور میرے دل میں اب کوئی حسن کوئی خوبصورتی اور کوئی جذبہ نہیں پنپ سکتا...... وہ اپنے آپ کو ہدایت دے کر اور مضبوط کر کے دوبارہ کمرے میں آیا تھا اب کی بار وہ سچ مچ گہری نیند سو رہی تھی آہٹ پہ بھی بے دار نہ ہوئی۔

صبح صبح وہ نہانے کے بعد زمینوں کی طرف نکل گیا تھا واپس آیا تو اماں ناشتا بنا رہی تھیں اور پارو دودھ بلونے میں مصروف تھی انتہائی انہماک سے اپنے کام میں مصروف پارو کو دیکھ کر آژمیر کو حیرت ہوئی وہ پارو کے انداز اطوار دیکھ کر قدم قدم پہ چونک رہا تھا اسے پل پل حیرت کا سامنا تھا پارو اور ایسے کام کرے؟ ناممکن سا مرحلہ تھا لیکن پھر بھی طے ہو رہا تھا پارو ایسے کام کر رہی تھی۔ مدھانی سے مکھن نکال کر وہ ایک پیالے میں رکھتی جا رہی تھی اور مکھن نکالتے ہوئے اس کی انگلیاں بھی مکھن کی ہم رنگ لگ رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد آژمیر کا ناشتا تیار تھا تازہ تازہ پراٹھے اور تازہ نکالا گیا مکھن ٹھنڈی ٹھار دہی کی لسی، وہ اتنا ہیوی ناشتا نہیں کرتا تھا مگر جب اماں اصرار کرتیں تو انکار کرنا بھی مشکل ہو جاتا تھا اسی لئے مجبوراً کھانا پڑتا تھا لسی اور پراٹھے پہ موجود مکھن کھاتے ہوئے بے اختیار آژمیر کی نگاہوں میں تھوڑی دیر پہلے کا منظر گھوم گیا جب پارو اس مکھن کو انگلیوں سے نکال کر جمع کر رہی تھی بے ساختہ ہی آژمیر کے منہ میں مکھن کے ساتھ ایک اور ذائقہ اتر آیا نہ چاہتے ہوئے بھی اسے مکھن کی جگہ اس کے ہاتھوں کا ذائقہ محسوس ہونے لگا لسی کا گلاس ختم ہو گیا پراٹھا بھی ختم ہو گیا مگر اس مکھن میں

رچے ذائقے کا احساس ختم نہ ہوا آخر وہ جھنجلا کر اٹھ کھڑا ہوا تب تک ماہین بھی آ چکی تھی۔

''کیسے ہو آژمیر؟'' وہ آژمیر سے ایک سال ہی چھوٹی تھی اس لئے برابری اور بے تکلفی کا مظاہرہ کرتی تھی۔

''ٹھیک ہوں آپ سنائیں کہاں ہوتی ہیں؟'' آژمیر ہمیشہ اسے احترام سے مخاطب کرتا تھا۔

''میں تو یہیں ہوتی ہوں البتہ تم یہاں نہیں ہوتے۔''

ماہین نے ناشتے کے برتن سمیٹتی پارو کو استہزائیہ نظروں سے دیکھا۔

''بس آج کل کی مصروفیت ہے پھر میں بھی فارغ ہو جاؤں گا اسفر کیسا ہے کوئی پیغام آیا؟'' اسفر، ماہین سے بڑا تھا اور آرمی میں آفیسر تھا آج کل اٹک چھاؤنی میں تعینات تھا اس لئے ویک اینڈ پہ آنا بھی ذرا مشکل ہوتا تھا یوں اسفر اور آژمیر کی ملاقات کبھی کبھار ہی ہوتی تھی کیونکہ آژمیر بھی اکثر شہر میں اپنے بزنس کے چکروں میں الجھا رہتا تھا۔

''ہاں چند دنوں تک آنے کا کہہ رہا تھا اور ہم سوچ رہے ہیں کہ کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر اس کا گھر بسا دیں۔''

ماہین بات کو طول دے رہی تھی جبکہ آژمیر گھڑی دیکھتا ہوا کہیں جانے کا ارادہ باندھ رہا تھا۔

''اچھا ماہین اللہ حافظ مجھے ساتھ والے گاؤں اپنے دوست سے ملنے جانا ہے۔'' وہ آخر میں الوداعی الفاظ بولتا آگے بڑھ گیا تھا اور ماہین رسوئی کی چوکھٹ میں کھڑی پارو کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

''کیسی ہو پارو؟'' ماہین نے اس کے سراپے پہ ناقدانہ نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

''میں ٹھیک ہوں الحمدللہ آپ آج کدھر راستہ بھول گئیں دیوار کی بجائے سیدھے رستے کو زحمت دے ڈالی۔'' پارو...... دل و نگاہ کے معاملے میں خاصی باریک بین تھی۔ ماہین کی چال سے ہی وہ اس کے چلن کا اندازہ بخوبی کر چکی تھی۔

''وہ مجھے لسی لینی تھی ہماری چاٹی (کٹورے) میں بلی منہ مار گئی ہے۔'' اس نے بہانہ کیا۔

''پہلی بار مار کے گئی ہے یا پھر پہلے بھی مارتی تھی......؟ ارے چاٹی میں منہ!'' ماہین کے چونک کر دیکھنے پہ پارو نے لاپروائی سے ہلکی سی وضاحت بھی دی اس کے انداز میں نجانے کیا تھا کہ ماہین جل کے رہ گئی اور پاؤں پٹختی ہوئی لسی لے کر چلی گئی تھی اور وہ اماں کے ساتھ دوپہر کے کھانے کا پوچھنے چل دی۔

اماں صحن کے ایک کونے میں لگے نیم کے درخت کے نیچے چارپائی بچھائے بیٹھی تھیں قریب ہی مرغیاں بطخیں اور بکریاں بھی محفل جمائے ہوئے تھیں۔

❁......❁......❁

آژمیر کو پہلے بھی ایک دو بار احساس ہو چکا تھا کہ پارو اس سے دور رہنے کی کوشش کرتی ہے پرسوں تولیہ لینے کی غرض سے وہ صحن میں کھڑی پارو کے قریب آیا تو وہ یکدم بدک کے دور ہوئی تھی حالانکہ وہ رسی پہ لٹکے تولیے کو اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہا تھا اسے پارو کی حرکت پہ

حیرت تو ہوئی مگر سمجھ نہ آئی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوتا تو وہ کسی نہ کسی بہانے سے باہر نکل جاتی اس وقت بھی وہ تھک ہار کے بیڈ پہ دراز ہوا تو ایک سائیڈ پہ لیٹی پارو یکدم کھسک کے کچھ دور ہوئی تھی جس پہ بے اختیار آژمیر کا سارا دھیان اس کی طرف مڑ گیا (میں خود تمہارے قریب نہیں آتا ورنہ مجھ سے دور جانے والی تم کون ہوتی ہو؟) اس نے نخوت سے سوچا اور ایک نظر پارو پہ ڈالی اس کی طرف پشت تھی۔ آژمیر نے یکدم اس کی کمر میں بازو ڈال کے جھٹکے سے گھما کر اسے اپنے سامنے اور قریب کر لیا تھا وہ اس اچانک افتاد پہ چکرا گئی تھی۔

''تم کیا سمجھتی ہو کہ میں تمہارے قریب آتا ہوں اور تم دور ہو کر مجھے تڑپا رہی ہو؟'' آژمیر کے لہجے میں طنز، کاٹ اور غصہ بدرجہ اتم موجود تھا پارو اس کے بازو میں اتنی سختی سے جکڑی تھی کہ تکلیف کا احساس اس احساس پہ حاوی ہو گیا کہ وہ اس کے اتنے قریب تھی کہ غصے میں بولتے آژمیر کی سانسیں پارو کے رخساروں کو چھو گئیں۔

''ملک صاحب آپ خود تڑپ رہے ہوں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ یہ تڑپ ہی تو ہے جو آپ کو اس وقت بھی تڑپا رہی ہے اس تڑپ کو روکنا آپ کا کام ہے میرا تو نہیں۔'' آژمیر نفرت آمیز اظہار پہ اتر آیا تھا۔

''ہونہہ تڑپ! محترم ماہ پیکر تم کبھی مس ورلڈ بن کے بھی آ جاؤ تو میرے دل پہ اثر نہیں کر سکتیں مجھے نفرت ہے تمہاری صورت سے اس گھر میں اگر تم دکھائی دے رہی ہو تو صرف میری عنایت سے اماں کی ہزاروں منتوں کے بعد تمہیں یہاں آنے کی اجازت دی گئی ہے سمجھیں تم؟ کیونکہ تم تمہارا یہ وجود اور تمہاری باتیں میرے لئے رتی برابر بھی اہمیت نہیں رکھتے......''

''ملک صاحب میں آپ کے کھوکھلے اور مردہ دل پہ اثر کرنا بھی نہیں چاہتی اور جتنی نفرت آپ مجھ سے کرتے ہیں اس سے دس گنا زیادہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں اور ہاں ایک بات یاد رکھئے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب آپ اس گھر میں صرف میری وجہ سے میری عنایت سے نظر آئیں گے تب کھیل میرا ہو گا اور اماں آپ کو لانے کی منتیں بھی نہیں کرے گی کیونکہ آپ، آپ کا یہ وجود اور آپ کی باتیں میرے لئے ہی نہیں کسی کے لئے بھی اہمیت نہیں رکھیں گے سمجھے آپ؟'' وہ اس سے زیادہ نخوت سے کہتی جھٹکے سے دور ہو گئی تھی اور آژمیر نے تلملا کر غصے سے اپنا ہی موبائل دیوار پہ دے مارا تھا۔

اس جھڑپ کے بعد پارو کے دل و دماغ میں آژمیر کے خلاف شیطانی ارادے بننے لگے۔

کیونکہ آج تک اس نے آژمیر کو نہ ستایا تھا اور نہ ہی تڑپایا تھا اگر وہ ستانے یا تڑپانے کا ارادہ باندھ لیتی تو یقیناً آژمیر کو ناکوں چنے چبوا سکتی تھی اس میں مقابل کو زچ کرنے کے ایک سو ایک حربے اور صلاحیت موجود تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ اس صلاحیت کو ایک بار ضرور بروئے کار لا کر دیکھنا چاہئے مگر اتنا کہ کسی اور کو بھی خبر نہ ہو سکے اور ملک آژمیر حیات بے بسی سے الجھ کر رہ جائے اور اس کام کے لئے اب اسے نئے انداز سے سوچنا تھا کیونکہ اب اس نے ملک آژمیر سے بھاگنا نہیں تھا رو برو رہ کر مقابلہ کرنا تھا نفرت میں شانہ بشانہ قدم اٹھانے تھے جس کے لئے اسے کافی سے زیادہ اسٹیمنا جمع کرنے کی ضرورت تھی اور وہ یہی کر رہی تھی اور اس کی شروعات بھی آج ہی ہو گئی تھی۔

خوش قسمتی سے پارو کے گاؤں سے اس کی سہیلی شنو آ گئی اور پارو اچانک شنو کو اپنے سامنے دیکھ کر خوشی سے چیخ اٹھی۔

''شنو تو یہاں۔'' دونوں بے تابی سے گلے ملیں اور کمرے سے نکلتے آژمیر نے دو سہیلیوں کی بے تابی اور بے پناہ اپنائیت کا منظر دیکھا۔

''آج ابا اپنے دوست کے گھر آ رہا تھا میں نے سوچا ہماری پارو کا گھر بھی تو اسی گاؤں میں ہے پھر ابے سے تھوڑی اڑی کی اور ابا مان گیا۔'' شنو نے اپنے آنے کا قصہ بتایا پھر آژمیر کو دیکھ کر سنبھل گئی۔

''سلام ملک جی۔'' اس نے انتہائی تمیز کا مظاہرہ کیا۔ وہ سلام کا جواب دے کر دوسرے کمرے میں چلا گیا جہاں اماں ابا کا قیام ہوتا تھا۔

''پارو خیر تو ہے؟'' شنو نے انداز بدل کے خیر پوچھی۔

''شنو خیر تو اب میں کروں گی دیکھنا اس ملک صاحب کا حال کیا ہوتا ہے؟'' اس نے مبہم سے انداز میں کہا پھر شنو کر لے کر کمرے میں آ گئی۔

''چاچا نہیں آیا یہاں؟'' پارو نے شنو کے ابے کا پوچھا۔

''جلدی میں تھا تیرے دروازے پہ چھوڑ گیا واپسی پہ آئے گا وہ بھی تجھے یاد کر رہا تھا۔''

اماں اور بہنوں کی خیر خیریت پوچھنے کے بعد ان لوگوں کی باتیں شروع ہو گئیں نسرین کے ہاتھ اماں نے کھانے پینے کی کافی اشیاء بھجوائی تھیں اور کھانے کی تیاری بھی شروع کر دی آخر پارو کی سہیلی آئی تھی اور وہ بھی اس کے گاؤں سے اس لئے خصوصی خاطر تواضع تھی۔ آژمیر کو اماں کا یہ ہر ہر قدم پہ پارو کے لئے بچھ بچھ جانا سخت زہر لگ رہا تھا اور اسی لئے ناگواریت اس کے چہرے کو دیکھتے ہی محسوس ہو رہی تھی اوپر سے کمرہ پارو اور شنو کے قبضے میں تھا جس سے مسلسل کھلکھلاہٹوں کی آواز اور مبہم سرگوشیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کافی دیر بعد پارو کسی چیز کے لئے باہر نکلی اور آژمیر تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔

''اپنی سہیلی کو کسی دوسرے کمرے میں لے جاؤ مجھے آرام کرنا ہے۔''

''دیکھا اماں ملک صاحب کیا کہہ رہے ہیں اپنی سہیلی کو کمرے سے نکال دوں ان کو آرام کرنا ہے۔'' پارو نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اماں کو درمیان میں گھسیٹ لیا اور آژمیر سٹپٹا گیا۔

''ہائیں؟ یہ کیا طریقہ ہوا مہمان نوازی کا؟'' اماں تو پہلے ہی پارو کے ساتھ ساتھ اس کے پورے گاؤں پہ فریفتہ تھیں یہ بات سنتے ہی آژمیر کی طرف مڑیں اور آژمیر تازہ تازہ کٹے ہوئے تربوز کی ٹرے اٹھا کر لے جاتی پارو کو دیکھ کر سر تا پا غصے سے جھنجھنا اٹھا تھا کیونکہ اس کے لبوں پہ دھیمی دھیمی مسکان تھی۔

پارو نے پلان تو بہت بنائے تھے مگر ان پر عمل در آمد نہ کر سکی کیونکہ دو روز بعد ہی آژمیر شہر چلا گیا تھا اس کا پارٹنر دبئی جا رہا تھا اس لئے بزنس کا سارا کام کچھ عرصہ اسی نے سنبھالنا تھا اور آژمیر جو گاؤں آ کر ٹینشن کا شکار ہو چکا تھا گاؤں سے نکلتے ہی آزاد اور ہلکا پھلکا ہو گیا اسے اس پارو پہ غضب کا غصہ تھا۔ اختیار میں ہوتا تو وہ پارو کو مار مار کر اس کے چودہ طبق روشن کر دیتا مگر مسئلہ تھا کہ اماں آڑے آ جاتی تھیں۔

''آژمیر کو شہر آ کر بھی پارو کی لگائی آگ چین نہیں لینے دے رہی تھی وہ جو ہر وقت رینا کے خیالوں اور یادوں میں گم رہتے ہوئے زندگی بسر کر رہا تھا اب اس پہ پارو کا بھوت سوار ہو چکا تھا وہ اسے عجیب عجیب رنگ برنگی چوٹیں لگاتی تھی اب تو نیا طریقہ اپنا رکھا تھا فٹافٹ اماں ابا کو معاملے میں گھسیٹ لیتی اور آژمیر کو ستا کر خود سکون سے سائیڈ پہ ہو جاتی ایسے میں وہ بس ہاتھ مسل کے رہ جاتا تھا۔

''یار کیا بات ہے کچھ اپ سیٹ کچھ کھوئے کھوئے سے لگتے ہو کیا بھابی کو چھوڑ کے آنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا؟'' اس کے دوست نے اسے چھیڑا تو آژمیر یکدم سنبھل گیا۔

''یار ایسی کوئی بات نہیں میں کام کے متعلق سوچ رہا تھا۔''

''جھوٹ تو مت بولو بھابی کا نام اب تم نے کام رکھ دیا ہے۔'' اس کا یہ دوست دانش انصاری کافی شرارتی اور قریبی دوست تھا۔ اس لئے یہ چھیڑ چھاڑ بھی چلتی تھی۔

''بکواس مت کرو یہ بتاؤ تمہاری فلائٹ کب ہے؟'' آژمیر نے سر جھٹک کر تمام توجہ دانش پہ مرکوز کر رکھی تھی اور دانش اپنے جانے کے متعلق معلومات فراہم کرنے لگا۔

جون، جولائی کی دوپہریں اور دن کی دھوپ اور گرمی کے اثرات سے تپتی سلگتی شامیں، چاندنی کی ٹھنڈک اور کبھی کبھی لو دیتی ہوائیں اس نے اس ایک آنگن میں اکیلے بتائیں وہ ایسا گیا کہ ایک بار بھی پلٹنے کا نہیں سوچا تھا کبھی کبھی پارو اپنے مزاج سے ہٹ کر سوچتی تو اسے ہول اٹھنے لگتے تھے جی چاہتا کہ ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر اجاڑ ویران کر کے یہاں سے چلی جائے مگر جاتی کہاں؟ جہاں الٹا نا تواں ماں ایک بیٹی کی طلاق کا غم سینے سے لگائے بیٹھی تھی؟ جہاں اس کے جانے سے مزید دکھوں میں اضافہ ہو جاتا؟ اسی لئے وہ اپنے آپ سے اور ملک آژمیر سے مقابلہ کرتی پھر رہی تھی مگر وہ تو مقابلہ کرنے سے پہلے ہی میدان سے جا چکا تھا اس لئے پارو میدان کے ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھی مخالف پارٹی کا انتظار کر رہی تھی اور اس انتظار میں کھیل کے موسم بیتے جا رہے تھے۔

درو دیوار پہ اترنے والی دھوپ کی چال بدل رہی تھی صحن میں بکھرنے والے سائے رنگ بدل رہے تھے۔ خالہ، خالو کے کندھے شکستہ لگنے لگے تھے ماہین کی باتیں بڑھ چکی تھیں اور پارو سب کو بہلا بہلا کر تھکنے لگی تھی خالہ کو تسلیاں دیتی خالو کو سمجھاتی ماہین کے سامنے ناٹک کرتی اور اپنی ماں بہنوں اور سہیلیوں کے سامنے جھوٹ کہتے سچ مچ تھک چکی تھی اس کا بس چلتا تو وہ ایک بار ملک آژمیر حیات کا گریبان پکڑ کر اتنا ضرور پوچھتی کہ کون سے جنم میں میرے دشمن بنے تھے جس کا بدلہ تم مجھ سے ہی نہیں اپنے ماں باپ سے بھی لے رہے ہو پھر بھی تمہارا دل نہیں بھر رہا۔ لیکن کاش وہ ایسا کر سکتی وہ ایک بار سامنے تو آتا۔ نجانے نہ آنے کی قسم کھا کر گیا تھا پھر کوئی قسم اسے کھا گئی تھی۔ کچھ خبر نہیں ہو رہی تھی۔

''ملک جی اپنے بیٹے سے کہہ دینا اس معصوم بچی کو برباد کرنے کی بجائے آزاد کر دے۔'' ملک قریبی پی سی او سے آژمیر کو فون کرنے جا رہے تھے جب دل پہ ہزاروں من کا پتھر رکھتے ہوئے اماں نے یہ جملہ کہا تھا اور ضمیر حیات نے بھی یہی جملہ من و عن فون پہ آژمیر سے کہہ دیا اس کے جواب میں آژمیر نے کیا کہا اماں کچھ نہیں جانتی تھیں۔ دن بھر اداس اور ملول رہی تھیں پارو نے بارہا اس اداسی میں مداخلت کی مگر اماں یونہی چاپ چاپ منہ سر لپیٹے پڑی رہی اماں کی کسلمندی دیکھ کر ابا نے بھی کوئی بات نہ چھیڑی۔

شام کو موسم ابر آلود ہو گئے۔

نومبر کی دم توڑتی نبضیں ماحول کو یخ بستہ کر رہی تھیں وہ چائے بنا کر ان کے پاس ہی آ بیٹھی ابا آگ دہکائے بیٹھے تھے اور اماں لحاف میں

دبکی ہوئی تھیں۔

''اماں سر دبا دوں؟''

''ارے پتر ہٹی کٹی ہوں دن رات ویلی (فارغ) رہتی ہوں بیمار بھی نہیں ہوتی سر کیوں دبائے گی بھلا؟'' آژمیر کی وجہ سے ہونے والی خفگی کسی طور تو نکلنا ہی تھی۔ پارو نے بے بسی سے ابا کو دیکھا وہ بھی کچھ نہ بولے۔

''دیکھ پتر دن بھر اتنا کام کرتی ہے اس وقت بھی پاؤں یا سر دبا کے سوتی ہے یہ سب کر کے تجھے بھی تو تھکن ہوتی ہوگی شاباش جا کر خود آرام کرو سو جاؤ ہم ٹھیک ہیں۔''

''پر ابا اماں مجھ سے کیوں ناراض ہوتی ہے؟'' پارو روہانسی ہوگئی۔

''اس لئے کہ تجھ سے اتنا پیار جو کرتی ہے۔''

انہوں نے مسکرا کر اس کا سر تھپکا اور اسے سونے کے لئے بھیج دیا مگر کافی دیر پارو ستون کے پاس کھڑی رہی، بارش کی بوندیں کچے صحن میں جذب ہوئیں تو مٹی کی خوشبو رگ رگ میں اتر کر مسحور کرنے لگی۔ پارو اس کچی مٹی کی مہک دل میں چھپائے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

❁.......❁.......❁

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب گہری نیند سوئے دماغ پہ ٹھک ٹھک کر آواز ایک بوجھ سا ڈالنے لگی تھی اور غنودگی میں حسیات بمشکل رفتہ رفتہ بےدار ہوئیں اور پارو یکدم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی کوئی دستک کے ساتھ ساتھ اسے پکار بھی رہا تھا۔

''پارو پتر اٹھ باہر کوئی دروازہ بجا رہا ہے۔'' یہ آواز یقیناً اماں کی تھی پارو فوراً لپکی اور دروازہ کھول دیا اماں باہر برآمدے میں کھڑی تھی پارو نے متفکر نظروں سے دیکھا باہر طوفانی بارش نے ایک قیامت برپا کر رکھی تھی بجلی بھی کڑک رہی تھی اور بادلوں کی گرج بھی سونے پہ سہاگہ تھی وہ پلٹ کر اندر آئی جوتے پہنے دوپٹہ اوڑھا اور دوبارہ باہر آگئی سرد ہوا چل رہی تھی۔ بجلی اور بادلوں کی گرج نے الگ ماحول میں خوف بھر دیا تھا بمشکل پارو ڈیوڑھی کے لکڑی کے گیٹ تک پہنچی۔

''کون ہے؟'' اس نے کپکپاتے ہوئے پوچھا اس کی دھیمی آواز اس شور ہنگامے میں اپنا وجود نہ منوا سکی۔

''کون ہے؟'' اب کی بار دروازے کے بے حد قریب آ کے بلند آواز سے تقریباً چیخ کر پوچھا گیا۔

''دروازہ کھولو میں ہوں۔'' پارو حیرت سے کھڑی رہ گئی۔ آژمیر حیات اور اس وقت اس موسم میں اور اتنی رات گئے؟ حیرت تو فطری عمل تھا مگر یہ عمل کچھ زیادہ طویل ہوگیا تھا جب ہی آژمیر نے تلملا کر دروازہ پیٹ ڈالا اور پارو نے فوراً دروازہ کھول دیا۔

''مر گئے تھے سب کے سب؟'' وہ اندر قدم رکھتے ہوئے دھاڑا وہ بے ساختہ ڈر کے دو قدم پیچھے ہوگئی وہ سر تا پا بارش میں بھیگا ہوا تھا اور نجانے کب سے دروازہ بجا رہا تھا جس کی وجہ سے اب پارہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا وہ اس پہ ایک نگاہ غلط بھی ڈالے بنا آگے بڑھ گیا تھا اور پارو جوں کی توں کھڑی لمبے لمبے ڈگ بھر کے صحن عبور کرتے آژمیر کی پشت دیکھ کے رہ گئی۔

برآمدے میں کھڑی اماں آژمیر کو اتنے مہینوں بعد غیر متوقع طور پہ اپنے سامنے دیکھ کر خوشی سے چہک اٹھیں ابا بھی بے دار ہو چکے تھے وہ بے دلی سے گیٹ بند کرنے لگی اور سست قدموں سے چلتی واپس آ گئی۔ مگر بارش نے صحن کراس کرتے ہوئے دوبارہ اسے بھگونے میں کوئی کسر نہ چھوڑی پارو سیدھی اپنے کمرے میں آئی تھی وہ بھی پوری بھیگی ہوئی تھی اس لئے اب کپڑے بدلنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اس نے بھیگا ہوا دوپٹہ اتار کر سائیڈ پہ رکھا اور چہرے سے پانی صاف کرتے ہوئے الماری کھولنے لگی ابھی وہ اپنے لئے کپڑے نکال ہی رہی تھی، جب آژمیر بھی کچھ اسی حالت میں اندر داخل ہوا اور آگے پیچھے دیکھے بنا سیدھا الماری کی سمت آیا اور الماری کا پٹ بند کر کے مڑتی پارو چونک گئی البتہ آژمیر کے قدم اپنی جگہ پہ جم سے گئے تھے اس کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں ایسا نازک اور دھڑکتا منظر پہلی بار یوں روبرو سامنے آیا تھا کہ آژمیر بھی نگاہیں ہٹانا بھول گیا تھا اور پارو اپنے سامنے اور اتنے قریب کھڑے آژمیر کے سامنے سے ہٹنے کے لئے راستہ تلاشتی رہ گئی بوکھلاہٹ میں اپنا آپ چھپائے نہیں چھپ رہا تھا اور اسی بوکھلاہٹ میں ہی وہ آژمیر کا کندھا دھکیل کے سائیڈ سے گزر گئی لیکن ہوش ربا احساس پورے کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد اس کے لئے چائے لے کر آئی تو کپڑے تبدیل کر کے دوپٹہ بھی ٹھیک کر کے اوڑھ چکی تھی وہ بھی چینج چکا تھا رسوئی بند کر کے جب تک وہ اپنے کمرے میں آئی بجلی اچانک روٹھ گئی بیڈ پہ لیٹے آژمیر نے لائٹر جلایا اور پارو نے چٹخنی چڑھا دی اتنے میں وہ بھی لائٹر بجھا چکا تھا اور اتنے گھور اندھیرے میں اندازے سے چلتی وہ بمشکل بیڈ کو ٹٹول پائی اس کا ہاتھ سیدھا آژمیر پہ جا پڑا۔

اور دوسرے پل آژمیر کا ایک جھٹکا اس کے سارے توازن درہم برہم کر گیا تھا چند سیکنڈ بعد وہ سنبھلی مگر تب تک آژمیر حصار مضبوط کر چکا تھا اور وہ جو پارو سے عمر بھر دور رہنے کی قسمیں کھائے بیٹھا تھا اتنے بڑے بڑے عہد باندھ رکھے تھے سب کے سب ٹوٹتا چلا گیا اس وقت وہ اس کی بیوی اور اس کی ملکیت تھی جس پہ اس کی مکمل دسترس تھی اور یہی احساس سرشاری اور مدہوشی کو مزید ہوا دے رہا تھا پارو آج اس کے حصار میں تھی۔

❁.......❁.......❁

''پتر اتنی دیر سے کیوں آیا تھا؟'' اماں چائے پیتے آژمیر کے قریب آ بیٹھیں وہ ناشتا کر کے اب چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ رات کی طوفانی بارش نے سردی میں اضافہ کر دیا تھا مگر اس وقت بادلوں سے الجھ کر منظر عام پہ آنے والے سورج کی کرنیں جسم کو بہت بھلی لگ رہی تھیں جانوروں سے لے کر پودوں تک ہر چیز بھیگی اور ٹھٹھری ٹھٹھری لگ رہی تھی لیکن اس کے برعکس ملک آژمیر حیات کی بشاش طبیعت سے اس کے سکون کا اندازہ ہو رہا تھا۔

''ساتھ والے گاؤں میں میرے ایک دوست کی شادی تھی شہر واپس جانے کے لئے دیر ہو گئی موسم بھی خراب تھا اس لئے ادھر چلا آیا لیکن گاؤں کے چوک میں ہی گاڑی کا ٹائر گڑھے میں پھنس گیا اس لئے گھر تک پیدل آنا پڑا۔'' وہ چائے کا کپ خالی کرتے ہوئے انہیں جواب دیتا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''کچھ دن رہے گا نا ادھر؟'' انہوں نے کافی آس بھری نظروں سے دیکھا۔

''کہہ نہیں سکتا کیونکہ آفس سنبھالنے والا کوئی نہیں ایک اعتبار کا منیجر ہے مگر وہ بھی کب تک کام کی دیکھ بھال کر سکتا ہے۔'' آژمیر کا سرسری

سا انداز انہیں مایوس کرنے لگا۔

''تو پھر ایک کام کر پارو کو ساتھ لے کر اپنی خالہ (پارو کی اماں) کے گھر ہو آ وہ اتنی بار تیرا پوچھ چکی ہے اور پارو بھی اتنے دنوں سے نہیں گئی۔''

انہوں نے نیا آئیڈیا سوچا، دونوں کو تنہائی بخشنے کا۔

''معافی چاہتا ہوں اماں میں آج فارغ نہیں ہوں۔''

صاف کورا جواب دیتا وہ برآمدے سے نکل گیا اور رسوئی میں بیٹھی پارو سرتا پا سلگ اٹھی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ جاتی کب ہوں ملک صاحب۔''

انتہائی نخوت سے بڑبڑاتی وہ چولہے کے سامنے بیٹھی جلتی لکڑیوں سے اُلجھنے لگی گزشتہ شب اپنا ہر احتجاج بے سود ہوتا دیکھ کر اس کے دل میں اس وقت انگارے دہک رہے تھے۔

لیکن آژمیر کے خلاف جو غیض وغضب اس کے دل میں کروٹیں لے رہا تھا وہ اتنی آسانی اور جلدی ختم ہونے والا نہیں تھا دل ہی دل میں وہ بھر رہی تھی کہیں غبار جو نہیں نکل رہا تھا۔

❁......❁......❁

شام کو آژمیر گاڑی لے کر گھر آیا تھا لیکن والدین کی موجودگی کے باوجود گھر خالی خالی لگ رہا تھا اسے سمجھ نہ آیا کہ ایسا کیوں ہے مگر کچھ دیر بعد یہ احساس بھی کھل گیا کہ ایسا کیوں ہے۔

''وہ چلی گئی ہے تو آپ لوگ اتنے چپ کیوں بیٹھے ہیں؟'' اسے خفگی ہوئی تھی۔

''ہائے کیوں نہ چپ ہوں پہلے اتنے مہینے تم گھر ہی نہ آئے اب آئے ہو تو وہ چلی گئی ہے ہمارا کیا ہے جو چاہے کرتے پھرو......'' آہ بھر کر رہ گئیں اور وہ اماں کو دیکھنے لگا۔

گاؤں کے بڑے ملک کی بیوی تھیں زندگی میں سکھ و آرام بھی تھا اولاد بھی تھی کوئی دکھ تکلیف یا بیماری بھی نہ تھی پھر بھی وہ اتنی بوڑھی اور کمزور لگتی تھیں اور اس بڑھاپے کے اثرات آج کل کچھ زیادہ دکھائی دینے لگے تھے اور اس کا ذمہ دار کسی نہ کسی حد تک وہ خود تھا کیونکہ ان کی ہر خوشی غم اس کی ذات سے وابستہ تھے ان کی زندگی کا مرکز وہی تھا اور وہی ان کو پریشانیاں دیتا آ رہا تھا یہی سوچتے سوچتے اپنا آپ غلط لگنے لگا تھا پھر ریناسے کیا گیا وعدہ بھی دماغ میں تازہ ہونے لگا اس لئے ندامت بھی ہوئی مگر وقتی طور پہ کیونکہ جہاں پارو کا خیال آ جاتا تھا وہاں وہ ہر ندامت بھول کر کینہ پرور ہو جاتا تھا اسے پارو کا گھمنڈی انداز طیش دلا دیتا تھا وہ اس کے نازک سراپے میں اکڑ کا اثر دیکھتا تو غصے میں آ جاتا تھا لیکن اس وقت سچ مچ چاہے وقتی ہی سہی وہ اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''میں صبح اسے جا کر لے آؤں گا۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور اماں کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

''تو جائے گا لینے کے لئے؟'' دوبارہ پوچھا گیا تا کہ یقین ہو سکے۔

''جی میں ہی جاؤں گا۔'' اس نے یقین کی مہر لگاتے ہوئے باہر کی سمت قدم بڑھا دیئے اور اگلی صبح ان دونوں کی خوشیوں کا دن تھا انہوں نے فروٹ اور مٹھائیوں کی ٹوکریاں منگوا رکھی تھیں۔ وہ پہلی بار سسرال جا رہا تھا اس لئے خالی ہاتھ جانا اچھا نہیں لگتا تھا خود اسے ان باتوں کا بھلا کیا خیال تھا جو کچھ کرنا تھا انہوں نے ہی کرنا تھا اور اتنی چہل پہل کے باوجود آج بھی خاصی ادھوری لگ رہی تھی پارو کا وجود اس گھر کے لئے بے حد ضروری اور اہم ہو چکا تھا اس کے بغیر اب سب کچھ نامکمل تھا بارش کی وجہ سے کچی پکی سڑکوں پہ کیچڑ اور مٹی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے بلیک چمکتی دمکتی لینڈ کروزر مٹی مٹی ہو رہی تھی اور ڈرائیونگ بھی کافی احتیاط سے کرنا پڑ رہی تھی آدھے پون گھنٹے کی مسافت پورے ایک گھنٹے میں طے ہوئی اور وہ پارو کے گاؤں پہنچا تھا۔

''دیکھ پارو کسی کو بھی اتنی امید نہیں تھی کہ تو کسی کے ساتھ نبھاہ کرے گی پر تجھے اتنے مہینوں سے اپنے گھر میں خوش اور نباہ کرتے دیکھ کر سب ہی کو بڑی حیرانی ہوتی ہے تو یقین کر پارو تیری اماں تیرے لئے اتنی دعائیں کرتی ہے کہ میں حیران ہوتی ہوں پہلے وہ تجھے کتنا کوستی تھی۔'' شنو چارپائی پہ لیٹی پارو کا سر دباتی ہوئی باتیں بھی کر رہی تھی۔

''چل ہٹ میری اماں مجھے کب کوسنے دیتی تھی بس میں اسے تنگ کرتی تھی اسی لئے تھوڑا گرمی کھا جاتی تھی......'' پارو نے شنو کا ہاتھ اپنے ماتھے سے جھٹک دیا۔

''اچھا اب کسے تنگ کرتی ہے اپنے ملک صاحب کو۔''

''ارے نام مت لے اس ملک کے بچے کا، جی چاہتا ہے گولی مار دوں مر جانے کو......'' پارو یکدم غرائی لیکن دوسرے پل خود پہ پڑنے والے سائے سے چونک گئی پارو سردی کی وجہ سے دھوپ میں چارپائی ڈالے لیٹی ہوئی تھی اور سرہانے شنو بیٹھی اس کا سر دبا رہی تھی ایسے میں ان کی گفتگو بھی کراری تھی جو آژمیر نے حرف بہ حرف سنی تھی اسی لئے مزید قریب آتے ہوئے گلا کھنکار کر اپنی آمد کی اطلاع دی تھی پارو اور شنو دونوں کے بیک وقت رنگ اور حواس اڑ گئے تھے۔

''مم ملک جی آپ! السلام علیکم آج آپ کیسے؟'' شنو نے بے ربط سا سلام کیا اور بولنے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی سر ڈھانپنے کی کوشش بھی جاری تھی البتہ پارو صرف اٹھ کر بیٹھی تھی کہا کچھ نہیں تھا۔

''وعلیکم السلام بیٹھو تم لوگ۔'' اس نے پارو پہ ایک سخت سی نگاہ ڈالی وہ چارپائی کے اوپر ہی دونوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی رہی سر جھکا ہوا اور دوپٹہ کندھے سے ڈھلک رہا تھا۔

''باقی سب کہاں ہیں؟'' شنو نے دوسری چارپائی قریب کھینچ کر اسے پیش کی تو آژمیر نے شنو سے ہی دریافت کر لیا۔

''ماسی پارو کے لئے دوائی لینے گئی ہے......اسے کل سے بخار ہے......'' شنو نے بمشکل بات مکمل کی اور پھر چائے کا کہہ کر رسوئی کی سمت چلی گئی۔

اتنے بڑے صحن میں تنہائی اور سناٹا تھا اور ان دونوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا، آژمیر نے گردن موڑ کر دوبارہ پارو کو دیکھا جو ہنوز اسی طرح بیٹھی تھی۔

"میں نے تو سنا تھا تم بارش میں بھیگنا اپنا فرض سمجھتی ہو لیکن ذرا سی بارش سے تم اس حال تک پہنچ جاؤ گی مجھے اندازہ نہیں تھا۔" اس کی بات پہ پارو نے سلگ کر اسے دیکھا۔

"میں بارش کی وجہ سے بیمار نہیں ہوئی۔"

"تو پھر کس وجہ سے بیمار ہوئی ہو؟" برجستہ جواب کا برجستہ سوال اٹھا تھا پارو ٹپٹا گئی وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا

"مجھے کوئی نیند سے جگا دے، میری آنکھیں دکھنے لگتی ہیں اس لئے مجھے بخار ہو جاتا ہے اس دن اماں نے دروازہ کھولنے کے لئے مجھے جگا دیا تھا اور......"

"اماں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ دروازہ کھولنے کے بعد دوبارہ سونا مت......" آژمیر نے اس کی بات کاٹ کے جن نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی اس پہ پارو کا جسم آگ کی طرح تپنے لگا تھا بخار کی حد کراس ہو چکی تھی اس کی خوبصورت موٹی موٹی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی تھی اس نے ضبط کرتے ہوئے مٹھیاں بھینچ لیں۔ تب تک قمر النساء بھی گھر میں داخل ہو چکی تھیں اور شنو بھی چائے لے کر آ گئی۔ آژمیر کو دیکھ کر اماں کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اور اس خوشی میں اچانک ربیعہ اور اس کا شوہر بھی شریک ہو گیا تھا صفیہ، ربیعہ، اماں اور ربیعہ کا شوہر حماد بھی آژمیر کو شادی کے بعد پہلی بار دیکھ کر کافی خوش ہوا تھا اماں نے کھانے کی تیاری کرنا چاہی تو اس نے روک دیا۔

"نہیں خالہ میں اسے لینے آیا ہوں کھانا ہم گھر جا کے کھائیں گے ویسے بھی ابھی بھوک نہیں ہے۔" پارو نے اس کی آمد کا مقصد سنا تو تلملا اٹھی (میں جانتی ہوں کس دل سے لینے آئے ہو یقیناً اماں نے منتیں کر کے بھیجا ہو گا اتنے نیک تم خود کبھی ہو ہی نہیں سکتے) اسے غصہ آ رہا تھا پھر بھی مجبوراً چپ ہی رہی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے تم کھانا کھائے بغیر چلے جاؤ بلکہ میں تو کہتی ہوں آج رات ہمارے پاس ہی رکو میرا دل بھی ٹھنڈا ہو گا کہ میرا بھانجا میرا پتر آیا ہے۔" انہوں نے آژمیر کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور وہ اتنے اصرار پہ انکار نہیں کر سکا تھا اس لئے کھانے کی ہامی بھر لی البتہ رات وہ گھر ہی جانا چاہتا تھا اس عرصے میں پارو چپ چاپ بیٹھی رہی مگر ایک بات پہ بُری طرح چونک گئی تھی ربیعہ کا ڈیڑھ دو سالہ بیٹا کھیلتے کھیلتے آژمیر کے قدموں کے پاس آ گیا تھا بجائے اس کے کہ وہ اسے پیار کرتا بہلاتا اس نے ناگواری سے یکدم اپنے قدم پیچھے کر لئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اس کی ٹانگوں کو تھام کے سہارا لیتا کھڑا ہو گیا تھا......

"ما......ماں......ماموں......" وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے آژمیر کی گھٹنے پہ ہاتھ مار رہا تھا اور آژمیر کی رنگت بدلتی جا رہی تھی ماتھے پر شکنوں کا جال اور چہرے پہ اذیت کا احساس تھا۔

"پلیز اسے ربیعہ کے پاس لے جاؤ۔" اس نے بے اختیار حماد سے کہہ دیا اور پارو ٹھٹک گئی۔ کیونکہ آژمیر کے انداز میں ایک غیر معمولی احساس تھا ایسا احساس جس سے نفرت اور اذیت کا عکس دکھائی دے رہا تھا حماد سمجھا آژمیر کپڑے خراب ہونے کے خیال سے کہہ رہا ہے اس لئے بچے کو اپنی سمت کھینچ لیا مگر بچے کا ذہن معصوم اور ضدی تھا اس لئے دوبارہ لپک کے اپنے "اجنبی ماموں" کے قریب آیا لیکن اب کی بار وہ مضطرب سا ہو

کے وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

''حماد گاڑی میں کچھ سامان رکھا ہے وہ اتروانا ہے کسی کو بلا دو۔'' آژمیر نے وہاں سے ہٹنے کا بہانہ کیا مگر پارو دم بخود بیٹھی یہ پچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن پھر بھی سمجھ نہ پائی کہ آژمیر حیات نے ایک بچے کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ حالانکہ حمزہ کافی گول مٹول اور پیارا بچہ تھا پارو اکثر ملنے پہ اس کے ساتھ لگی رہتی تھی مگر آژمیر نے تو حد کر دی تھی۔

واپسی پہ گاڑی میں دونوں طرف خاموشی ہی چھائی رہی آژمیر آنے سے قبل ربیعہ اور صفیہ کو بطور کزن شاپنگ کے لئے کچھ رقم دے کر آیا تھا وہ دونوں تو انکار کر رہی تھیں قمر النساء نے ہی رکھ لینے کا اشارہ کیا تھا مگر گاڑی کا لاک کھولتے کھولتے وہ پلٹ کر دوبارہ ربیعہ کے پاس گیا تھا۔

''یہ اپنے بچے کو شاپنگ کروا دینا اس نے مجھے ماموں کہا ہے......'' وہ کہہ کر رکا نہیں اور ربیعہ ہاتھ میں پکڑے نوٹ دیکھتی رہ گئی یہ آژمیر بھی بڑا عجیب ہے اتنا بے مروّت ہو کر بھی بے مروّت نہیں لگتا نہ جانے کیوں دور دور رہتا ہے؟'' وہ اس کی گاڑی کے اوجھل ہوتے ہی حیرت کا اظہار کر رہی تھیں اور پارو گاڑی میں بیٹھی بھی اسی کے رویے کو سوچ رہی تھی جس نے حمزہ کو ہاتھ لگانا اور پیار کرنا گوارا نہیں کیا تھا......

❁......❁......❁

اس دفعہ آژمیر کافی دن رہ کر واپس شہر گیا تھا اماں بھی اس دفعہ خوش تھیں البتہ پارو کا مزاج آژمیر سے اکھڑا اکھڑا تھا شاید دسمبر کی سردی کا اثر تھا ہر چیز ہی بوجھل بوجھل سی تھی اماں گندم اور دالیں پیس کر نشاستہ بنانے میں مصروف تھیں اور پارو دن بھر کام نپٹانے کے بعد خاموشی سے لیٹی رہتی تھی اور ایسے میں ایک ہفتے بعد ہی دوبارہ آژمیر گاؤں آیا تو سب کو حیرت ہوئی مگر اس دفعہ اس کے ساتھ ساجدہ آپا اور ان کے بچے بھی تھے ساجدہ آپا ملتان بیاہی گئی تھیں بچوں کی دسمبر کی چھٹیاں ہوئیں تو لاہور گھومنے چلے گئے مگر لاہور سے آژمیر ان کو گاؤں لے آیا تھا کچھ دیر میں ہی پورے گھر میں رونق لگ گئی۔

''بچوں سے گھر بھرا پڑا لگتا ہے۔ اللہ میری پارو کی گود ہری کرے۔'' اماں نے صدق دل سے دعا کی لیکن آژمیر پہلو بدل کے رہ گیا تھا اور پارو اس دعا پہ جھجک سی گئی مگر آژمیر پہ نظر پڑتے ہی چند روز پہلے والی حیرت دوبارہ عود کے آئی تھی نہ جانے کیوں بچوں کو دیکھ کر اور ان کا ذکر سن کے اس کے چہرے کے زاویے بگڑ جاتے تھے ایک بے حد سرد و سپاٹ کیفیت پھیل جاتی تھی اور اس کی یہ کیفیت تین ماہ بعد اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔

''پارو......'' وہ یکدم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دھاڑا۔ وہ گھبرا کر پلٹی ملک آژمیر حیات دہکتی سرخ آنکھوں سے اسے ہی بھسم کر رہا تھا یقیناً وہ ابھی شہر سے آیا تھا اسے شہر گئے ہوئے بیس دن ہو چکے تھے اور یوں اچانک اس طرح غصے میں دیکھ کر وہ سچ مچ بوکھلا گئی تھی آخر پہلی بار وہ اسے اس طرح مخاطب کر رہا تھا۔

''کیا ہوا خیر تو ہے؟'' پارو نے تہ کئے ہوئے کپڑے بیڈ پہ رکھ دیئے۔

''میں اماں سے کچھ سن کے آ رہا ہوں کیا یہ سچ ہے؟''

وہ قریب آ کے پارو کے گداز بازو دبوچ چکا تھا۔ وہ اس کی اتنی سخت گرفت اور جارحانہ تیوروں سے الجھ گئی۔

''کیا سن کے آ رہے ہیں؟''

''کہ تم پریگنینٹ ہو۔'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولا اور جواباً ایک سیکنڈ میں پارو کی پلکیں جھک گئیں کیونکہ یہی سچ تھا اور یہ سچ آژمیر کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

''میں کیا پوچھ رہا ہوں؟'' اس نے پارو کو یکدم جھنجھوڑ کے کہا اور وہ اس کے اس قدر وحشی پن سے تڑپ اٹھی تھی۔

''کیا پوچھ رہے ہیں؟''

''جو کچھ تم سن چکی ہو۔''

''اور جو کچھ آپ بھی سن چکے ہیں وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے۔''

''یعنی اماں کی بات سچ ہے۔'' وہ سختی سے بولا۔

''اماں جھوٹ کیوں بولیں گی؟''

''مگر مجھے یہ سچ گوارا نہیں۔'' آژمیر کا سخت لہجہ انتہائی پتھریلا لگ رہا تھا۔

''کیوں؟'' بے ساختہ پارو نے کیوں کا لفظ اٹھا دیا۔

''کیونکہ مجھے بچوں سے نفرت ہو چکی ہے میں بچوں کا وجود تو کیا ان کا نام بھی برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ بچوں کی وجہ سے رینا مجھ سے چھن گئی ان ہی بچوں کی خواہش نے میری ہم سفر میری ساتھی کو مجھ سے دور کر دیا اس بچے کے لئے اس نے اتنا صبر اور انتظار کیا تکلیف دیکھی اور یہی بچہ اس کی جان لے گیا موت کے منہ میں دھکیل دیا؟ پارو ایسا نہیں ہو سکتا اگر رینا نہیں مل سکتی تو یہ بچے بھی مجھے منظور نہیں...... تمہیں چھٹکارا پانا ہوگا اس چکر سے۔'' ملک آژمیر حیات نے پارو کے سر پہ بم پھوڑ ڈالے تھے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

(رینا کے لئے بچوں سے نفرت؟) اس کے لئے حیرت پہ قابو پانا مشکل ہو چکا تھا دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے اس وقت تو وہ جواباً کچھ نہ کہہ سکی مگر جب رات کو دوبارہ آژمیر نے وہی قصہ دوبارہ چھیڑا تو وہ چپ نہ رہ سکی۔

''وہ مر گئی ہے تو اس کے لئے آپ خود کیوں نہیں مر جاتے کسی اور کا قتل کیوں کروا رہے ہیں؟''

''میں کوئی بکواس نہیں سننا چاہتا تمہیں ہر قیمت پر میری بات ماننی ہوگی اس لئے صبح تمہیں میرے ساتھ شہر جانا ہوگا۔ اس نے سگریٹ سلگاتے ہوئے ڈبیا اور لائٹر سائیڈ ٹیبل پہ پٹخ دیئے۔

''آپ کے ساتھ جاتی ہے میری......'' اس کا فقرہ پورا ہونے سے پہلے ہی وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ سو رہا تھا جب پارو نے رو رو کر اپنی داستان اماں کے گوش گزار کر ڈالی تھی اور اماں نے دو تھپڑ مارتے ہوئے اپنا سینہ پیٹ ڈالا تھا۔

''ہائے میں مر جاواں اپنی نسل ختم کرنا چاہتا ہے ہمارا نام ونشان مٹانا چاہتا ہے ہائے ملک جی کدھر گئے؟''

وہ واویلا کر رہی تھیں وہ سو کر اٹھا تو گھر میں جیسے ہنگامہ کھڑا ہو گیا تھا پہلے تو وہ سمجھ ہی نہ سکا اور جب سمجھ آیا تو اس کا بھی دماغ گھوم گیا تھا۔

''بس اماں بہت ہو گیا میں شروع دن سے آپ کی یہ زیادتیاں سہتا آیا ہوں آپ نے ہمیشہ اپنی بہن اور بھانجی کی فکر کی، کبھی میرا احساس نہیں کیا ہمیشہ آپ کو اپنی اس جاہل گنوار اور بدتمیز بھانجی کی پرواہ ہوتی تھی آپ نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں آپ کا اکلوتا بیٹا ہوں میرا بھی دل ارمان رکھتا ہے، میرا بھی دل چاہتا تھا مجھے پڑھی لکھی باادب اور تمیزدار بیوی ملے لیکن آپ نے زبردستی منگنی کر کے دم لیا میں خاموش رہا لیکن جب رینا کو لے کر آیا تو کیا تماشا لگوایا تھا، آپ نے مجھے بیوی سمیت گھر سے نکال دیا۔ بے شک میں نے یہ قدم آپ کے خلاف اٹھایا تھا لیکن لوگ اولاد کو معاف بھی تو کر دیتے ہیں مگر آپ پہ بہن کی بیٹی کا بھوت سوار تھا اور آپ کا یہی بھوت اور آپ سب کی آہیں اسے موت کے گھاٹ اتار گئیں، وہ تو وہ میرے پاس اس کی اولاد بھی نہ رہی اس کی جیتی جاگتی نشانی بھی مٹ گئی میرے ارمان جلا کر آپ اپنے ارمان پورے کرنا چاہتی ہیں ہونہہ ایسا کبھی نہیں ہوگا بلکہ ہو ہی نہیں سکتا اسے اگر میری بیوی بن کے اس گھر میں رہنا ہے تو میری بات ماننی ہوگی ورنہ طلاق دینا میرے لیے مشکل نہیں ہوگا۔''

وہ قہر آلود لہجے میں کہتا پلٹ کر اندر چلا گیا وہ دونوں دم بخود بیٹھی تھیں۔

بات ملک ضمیر حیات تک جا پہنچی تھی انہوں نے آژمیر کو بلایا دونوں باپ بیٹا نجانے کتنی دیر بحث و تکرار میں لگے رہے دونوں آگ بگولا ہو رہے تھے لیکن جب دونوں بیٹھک سے باہر نکلے دونوں ہی چپ تھے۔ چپ خاصی گہری اور پرسوچ تھی اس لئے کسی نے بھی مداخلت نہیں کی مگر تنہائی میں اس نے پارو کو ایک بار متوجہ ضرور کیا تھا۔

''تم نے جو کرنا تھا کر لیا تمہیں اماں ابا کی شہ حاصل ہے لیکن ماہ پیکر بیگم اتنا یاد رکھنا آج کے بعد تمہیں میری بیوی نہیں اس بچے کی ماں بن کے رہنا ہے، میرا اور تمہارا تعلق صرف لوگوں کی نظروں تک ہے اور کہیں نہیں اور ہاں اپنے بچے کی ولدیت کے خانے میں تو تم میرا نام لکھ دو گی مگر میرے دل میں اپنے بچے کا نام کبھی نہیں لکھ سکو گی بلکہ اس کوشش میں تم اپنا آپ مٹا چکی ہو۔''

شہر جانے سے پہلے جو کچھ اس نے کہا تھا پارو کو اچھی طرح یاد تھا اور سچ مچ آژمیر پہلے سے زیادہ دور اور اجنبی ہوتا گیا تھا گزرنے والا وقت اس کی اجنبیت اور بیگانگی میں اضافہ کر رہا تھا۔

پارو کے ہاں دو جڑواں بیٹے ہوئے تھے جن کی خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ پورے گاؤں میں مٹھائی بانٹی جا رہی تھی، بچوں کا اور پارو کا صدقہ بھی دیا تھا، آج قمر النساء اور فخر النساء دونوں بہنوں کے پاؤں زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے خاندان بھر سے مبارک دینے کے لئے عورتیں آ رہی تھیں۔ گھر میں گہما گہمی تھی لیکن اس سارے ہنگامے میں صرف آژمیر حیات کی کمی تھی جس کو جڑواں بیٹوں کی اطلاع ملی مگر پھر بھی دل میں نرم نرم پیارا پیارا احساس نے کوئی ہلچل نہیں مچائی تھی اور انتہائی سنجیدگی اور لاپروائی سے اپنی مصروفیت کا بہانہ بنا دیا تھا۔

''اماں! آژمیر نہیں آیا؟'' ساجدہ آپا نے چپکے سے استفسار کیا۔

''نہیں۔'' انہوں نے لاپروائی سے کہتے ہوئے مٹھائی ٹرے میں رکھ کے اوپر جالی دار کپڑا اوڑھا دیا۔

''آپ نے بتایا تھا اسے؟''

''دیکھ ساجدہ مجھ سے باتیں نہ کر۔ ہم نے بتانا تھا بتا دیا اب وہ نہیں آنا چاہتا تو نہ آئے میں اپنے پوتوں کی خوشی اس کی فکروں میں لگ کے

خراب نہیں کرنا چاہتی......''

''ہائیں؟'' ساجدہ کو حیرت ہوئی اماں کے انداز ہی بدل گئے تھے۔

''اماں یہ آپ کے پوتے بھی تو اسی کے بیٹے ہیں۔''

''بس بس مجھے سبق نہ پڑھا جانتی ہوں اسی بے غیرت کے بیٹے ہیں پر اس جیسے نہیں ہیں سمجھی؟'' اماں ٹرے لے کر باہر چلی گئیں۔

اماں تو بیٹے کی طرف سے بے فکری ہو گئی تھیں لیکن ساجدہ آپا سے ایسا نہیں ہو رہا تھا انہوں نے اپنے شوہر کو بلوایا اور آژمیر کو فون کر کے آنے کا اصرار کیا تھا یہ بہنوئی کا لحاظ اور مروت ہی تھا کہ اس نے آنے کی ہامی بھر لی اور شام ڈھلے وہ گھر آ گیا تھا۔ ماہین جو آژمیر کی اتنے اہم موقع پہ غیر موجودگی سے بے پناہ خوش تھی یکدم بجھ سی گئی۔ پارو نے دونوں بچوں کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر جیسے ان سے عزم لیا تھا پھر چہرے پہ کلائی رکھ کے لیٹ گئی۔

❁......❁......❁

''ملک صاحب آپ کی چائے۔'' پارو کی کھنکتی آواز پہ وہ بری طرح چونکا اور پلٹ کر دیکھا وہ کپ اس کی سمت بڑھا رہی تھی۔ چہرے پہ دلکشی بکھری تھی جلد کی چمک دمک میں اضافہ ہو چکا تھا ماتھے پہ تیوری کے بجائے ہونٹوں کی سرخیوں میں مسکراہٹ رچی ہوئی تھی۔ وہ بچوں کی پیدائش کے بعد پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا اسے پانچ چھ دن ہو چکے تھے آئے ہوئے لیکن ایک بار بھی اپنے کمرے میں نہیں گیا تھا، آج اس نے نسرین سے چائے بنانے کا کہا اور خود چھت پہ آ گیا تھا مگر چائے پارو لے کر آئے گی وہ بھی اتنے فریش اور دل جلا دینے والے انداز میں اسے امید نہ تھی۔

''ملک صاحب یہ چھت ہے کچھ (کچھ) شرم کرو۔'' اس نے جان بوجھ کے اسے چھیڑا اور آژمیر کے چہرے پہ غصے کی لالی اترنے لگی۔

''جانتا ہوں یہ چھت ہے لیکن تم شاید بھول رہی ہو کہ یہ چھت ہے اپنا حلیہ دیکھا ہے۔'' وہ برہم ہوا پارو کا دوپٹہ سرکا ہوا تھا اور موٹی چوٹی آگے جھول رہی تھی۔

''میرا حلیہ تو صرف آپ کے سامنے ہے ملک صاحب اور میں شادی شدہ بال بچے دار بھی ہوں پر آپ کی چچیری بہن تو کنواری ہے اس کے حلیے دیکھے ہیں کبھی؟...... چلتی ہوں اب۔'' وہ ابروؤں سے اشارہ دے کر پلٹی اور چوٹی کو گھما کے پیچھے اچھالا جو سیدھی آژمیر کے چہرے پر پڑی اور اس کے ہاتھ میں پکڑا کپ بھی ہل کے رہ گیا تھا وہ اس حملے سے سنبھلا تو نظر سیدھی ماہین پہ گئی جو کن اکھیوں سے ادھر ہی متوجہ تھی۔ آژمیر پارو کی حرکت پہ تلملا اٹھا تھا لیکن وہ نیچے جا چکی تھی۔

''اس وقت چائے کیوں پی رہے ہیں؟'' ماہین قریب آ گئی دونوں گھروں کی چھتیں جڑی ہوئی تھیں البتہ درمیان میں چھوٹی سی دیوار تھی ماہین اسی دیوار کے پاس آ رکی تھی۔

''دن میں سویا نہیں سر درد کر رہا ہے۔''

''تو پارو سے کہتے نا۔ وہ سر دبا دیتی۔'' ماہین نے تیل چھڑکا۔

''ہونہہ پارو۔'' وہ ہلکے سے بڑبڑایا۔

''ویسے بڑا پیار ہے پارو سے جب بھی یاد کرتی ہے آ جاتے ہو۔'' ماہین نے ایک اور تیر پھینکا۔ آژمیر نے الجھن بھری نظروں سے ماہین کو دیکھا۔

''بھئی میرے سامنے تو ہمیشہ یہی ہوا ہے جب بھی پارو سے پوچھا آژمیر کب آئے گا جواباً وہ کہتی ہے آج کل میں آ جائے گا اور سچ مچ تم آ جاتے ہو کہیں فون وغیرہ پہ پہلے سے طے تو نہیں کر لیتے؟'' ماہین کا انداز دلچسپی اور کچھ استہزاء لئے ہوئے تھا۔ آژمیر کو ناگوار گزر رہا تھا۔

''ہو بھی سکتا ہے ویسے آپ اس وقت چھت پہ کیا کر رہی ہیں؟'' اس نے تیکھے پن سے دریافت کیا تو ماہین ہلکے سے مسکرا دی۔

''تمہیں دیکھ کر آئی تھی، سوچا تھوڑی دیر تم سے باتیں ہی کر لوں نیچے تو ہر وقت پارو اور تائی کی گھوریاں ہی ختم نہیں ہوتیں......''

ماہین کے بدلے بدلے تیور اور لب ولہجہ آژمیر کو اچھا نہیں لگ رہا تھا اسی لئے بہت جلد خالی کپ ہاتھ میں لئے نیچے اتر گیا تھا جو بات ابھی تک آژمیر نہیں سمجھ سکا تھا وہ بات پہلے روز ہی پارو نے چند سیکنڈز میں محسوس کر لی تھی۔ وہ خالی کپ برآمدے میں رکھی میز پہ رکھ کے اندر آیا تو پارو کو اپنے بچوں کے ساتھ مصروف دیکھ کر دوبارہ کمرے سے نکل گیا اسے اس سارے ماحول سے ہی چڑ ہونے لگی تھی۔ کوئی بھی چیز ایسی نہ تھی جس سے تھوڑی دیر کے لئے دل کو سکون مل سکتا یا پھر دل بہلانے کا سامان ہو سکتا اسی لئے وہ واپس جانے کا سوچ رہا تھا۔

❁......❁......❁

آج ابا پٹواری سے کچھ کاغذات لے کر آئے تھے شاید کسی زمین یا پھر مکان کے پیپر تھے جو آ کر پارو کو دیئے۔ لیکن وہ کپڑے دھو رہی تھی اس لئے کہہ دیا کہ رکھ دیں بعد میں سنبھال کے رکھ دوں گی مگر ابا کچے کام کرنے کے عادی نہیں تھے اس لئے تمام کاغذات آژمیر کو تھما دیئے۔

''جاؤ تم ہی الماری میں رکھ آؤ اب میں کہاں ہاتھ میں پکڑ کے بیٹھا رہوں۔''

مجبوراً آژمیر کو اٹھنا پڑا اور اندر آ کر اپنی اور پارو کی مشترکہ الماری کھولی کاغذات رکھنے کے لئے اس نے مختلف خانے کھولے اور ایک میں اور بھی کاغذات دیکھ کر رک گیا تھا لیکن جو پیپر آژمیر کے ہاتھ لگے وہ اس کے لئے حیرت انگیز انکشاف سے کم نہیں تھے اس کی آنکھیں بے یقین تھیں۔

''پارو اور بی اے کی ڈگری؟ یہ مر کے بھی نہیں ہو سکتا۔'' اس نے اپنی بصارت کو دھوکہ سمجھنا چاہا مگر ان پہ دستخط اور کالج کی مہریں اس سچائی کا ثبوت پیش کر رہی تھیں وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس سچ کو ماننے پہ مجبور ہو رہا تھا۔

''اوہ میرے خدایا یعنی وہ پڑھی لکھی ہونے کے باوجود ایسی اجڈ گنوار بنی ہوئی ہے اس نے کبھی محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ بھی کچھ سمجھ بوجھ رکھتی ہے۔''

آژمیر الماری بند کرتے ہوئے حیرت کے سمندر میں ڈوبتا ہوا دیوانہ ہو رہا تھا۔ کافی دیر بعد وہ کمرے سے باہر نکلا تو پارو کو صحن کے ایک کونے میں بندھی بکریوں کا دودھ نکالتے ہوئے دیکھا۔

آژمیر کو یکدم دماغ چکراتا ہوا لگا وہ ڈھیلے ڈھالے قدموں سے چلتا صحن میں بچھی چارپائی پہ آ بیٹھا۔ پارو دودھ نکالنے کے بعد کچی مٹی کا برتن لے کر تین چار بلیوں کے آگے دودھ ڈال رہی تھی اور یہ یقیناً اس کا معمول تھا کیونکہ بلیوں کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس خوراک کی عادی ہیں ایک بلی کے ساتھ اس کے بچے بھی تھے دودھ پیتے ہوئے کافی خوش ہو رہے تھے اور پارو ان کو دیکھ کر خوش ہوتی رسوئی میں چلی گئی۔

''اماں دال کے ساتھ چاول بنالوں یا روٹیاں ہی ٹھیک ہیں؟'' اس نے اونچی آواز سے پوچھا اماں وضو کر کے نکلی تھیں۔

''پتر چاول تو ابھی کل کھائے تھے روٹیاں ہی بنالے۔'' اماں کی تھکی تھکی آواز آئی۔

آج وہ دوسرے گاؤں کسی فوتگی پہ اظہار تعزیت کے لئے گئی تھیں اس لئے مزاج دھیما ہی تھا۔ پارو نے رسوئی کے باہر برآمدے کے ستون کے قریب آٹا رکھا چنگیر اور آٹے کی پرات رکھی دوپٹہ عام دیہاتی عورتوں کی طرح سر پہ باندھا اور آٹا گوندھنے بیٹھ گئی۔ صحن میں ایک دم خاموشی چھا گئی، صرف پرندوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آژمیر نے بے ارادہ ہی پارو کی سمت دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔

چاندی کے گول گول جھمکے بار بار اس کے اناری رخساروں کو چھو کر سرشار ہو رہے تھے۔ آژمیر سچ مچ محو سا ہو گیا تھا اس نے پارو کو ہر زاویے سے دیکھ ڈالا لیکن وہ لاپروائی سے کام کرتی رہی۔

اماں گھر پہ نہیں تھیں ابا اپنے کمرے میں لیٹے تھے پارو دونوں بچوں کو سلا کر خود نہانے چلی گئی ابھی اسے دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ چھوٹے صاحبزادے نے رونا شروع کر دیا اور اتفاقاً آژمیر اسی وقت کمرے میں داخل ہوا تھا بچے کے رونے کی آواز پہ بے ساختہ گردن موڑ کے دیکھا، دونوں جھولے میں سو رہے تھے لیکن جھولا رکا ہوا تھا اور ایک بچہ رو رہا تھا اس نے کچھ دیر رک کر دیکھا اور سوچا کیا کیا جائے وہ آگے بڑھ کر اسے اٹھا لے یا پھر یونہی چھوڑ کر چلا جائے مگر فیصلہ ذرا سا مشکل تھا پھر بھی اس نے مشکل فیصلہ ہی کیا اور کمرے سے نکل جانا بہتر لگا جیسے ہی قدم واپسی کے لئے موڑے بے اختیار اپنی جگہ پر جم سے گئے اس کے رونے میں اضافہ ہو چکا تھا اور نجانے کیوں اس کے قدم جُھولے کی سمت اٹھتے گئے قریب آ کر اس نے بچے کو اٹھا لیا اور پھر اپنے آپ کو اسے پیار کرنے سے نہ روک سکا تھا اسے گالوں پہ ہونٹوں پہ آنکھوں پہ پیشانی اور بالوں پہ والہانہ بوسے دیتا آژمیر اگلے پچھلے پیار کی شدت پوری کر رہا تھا اور بچہ روتے روتے اس قدر پیار اور شدت پہ سہم گیا تھا تب تک دوسرا بھی اپنے بھائی کی تقلید کر چکا تھا اور آژمیر دونوں کو بیک وقت بازوؤں میں لے کر بیڈ پہ آ گیا دونوں بچے اس کے نین نقوش چرا کے لائے تھے۔ مکمل آژمیر کی تصویر تھے وہ ان کو دیکھتے ہوئے دل کھول کر مسکرایا اپنی شکل وصورت کی جھلک اتنی مشابہت اپنے بچوں میں دیکھنا سرشاری اور فخر سے کم نہیں تھا، وہ بے اختیار انہیں سامنے لٹائے پیار کئے جا رہا تھا اور اندر داخل ہوتی پارو یہ منظر دیکھ کے ٹھٹک گئی تھی۔ اس نے مسکراہٹ روکی اور دبے قدموں سے واپس ہی پلٹ گئی۔

''اماں ادھر آ......'' پارو ڈیوڑھی میں داخل ہوتی اماں کو دیکھ کر بھاگ کر قریب آئی۔

''اللہ خیر کرے کیا ہوا؟''

''اماں! آ کے اندر دیکھ کیا ہو رہا ہے۔'' اس نے دبے قدموں اماں کو دروازے سے جھانکنے کا کہا۔ آژمیر اپنے بیٹے کے چھوٹے چھوٹے سرخ سفید ہاتھ چوم رہا تھا۔

''ہائیں؟'' وہ اُچھل پڑیں۔

''چپ اماں چپ۔'' پارو ہونٹوں پہ انگلی رکھ کے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' ابا بھی اپنے کمرے سے نکل آئے تھے۔

''ابا ادھر آؤ'' پارو انہیں بھی کھینچ لائی ابا کی بھی آنکھیں کھل گئیں، آژ میر نے دو ماہ بعد اپنے بیٹوں کو دیکھا تھا اس لئے پیار بھی دو ماہ کے حساب سے ہو رہا تھا۔

یونہی ان کے ساتھ کھیلتے کھیلتے آژ میر خود بھی سو گیا تھا اور شام تک وہ تینوں کافی سکون بھری نیند سوئے رہے۔ آژ میر کی آنکھ کھلی تو پارو کو صوفے پہ سوتے دیکھ کر ٹھٹک گیا اور ساتھ ہی کچھ خجل بھی ہوا دونوں بچے اس کے دائیں بائیں جو سو رہے تھے نفرت اور کوفت کا دور دور تک نام ونشان بھی نہیں تھا مگر پھر بھی اپنی بات پہ قائم رہنے کا دکھاوا ضروری تھا اسی لئے پارو بے دار ہوئی تو اسے جھڑک دیا۔

''اس کمرے میں رہنا چاہتی ہو تو اپنے بچوں کو سنبھال کے رکھو، مجھے ہر وقت بچوں کا رونا دھونا پسند نہیں ورنہ اپنا ٹھکانہ کہیں اور کر لو۔'' خفگی کا بھرپور اظہار کیا جا رہا تھا۔

''میں تو ٹھکانہ کر ہی لوں مگر میرے شیر جوان کہتے ہیں اماں کبھی اپنی جگہ مت چھوڑنا لوگ قبضہ کر لیتے ہیں۔'' پارو غسل کر کے آئی تھی اس لئے ابھی تک بال کھلے تھے، گھنے سیاہ چمکدار بال چوٹی سے آزاد ہو کے اور زیادہ حسین لگ رہے تھے وہ اپنے بالوں کو سلجھاتی ہوئی ذرا اترا کے بولی تھی، آژ میر اس کے قریب آ گیا اس نے پارو کو اپنے قریب کرنا چاہا مگر وہ چار قدم دور ہٹ گئی تھی۔

''نہیں ملک صاحب! آپ نے خود ہی کہا تھا میں آپ کی بیوی نہیں اب اپنے بچوں کی ماں بن کے رہوں گی میرا اور آپ کا تعلق صرف لوگوں کی نظروں تک ہے۔''

پارو کا یہ وار بھی بڑا کاری تھا۔'' وہ تلملا کے رہ گیا تھا۔

''مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تمہارے قریب آنے کا۔''

''شوق تو بہت ہیں ملک صاحب۔'' اس نے مزید ہوا دی، آژ میر نے غصے میں اس کی کلائی پکڑ کر مروڑ ڈالی۔

''تم آخر چاہتی کیا ہو؟'' اس نے غرا کے پوچھا جواباً پارو کلائی کی تکلیف کے باوجود کھلکھلا اٹھی تھی اس کا دلکش قہقہہ آژ میر کی رگوں میں دوڑتے لہو کی گردش اور بڑھا گیا تھا۔

''آپ کو تڑپانا چاہتی ہوں ملک صاحب کیونکہ آپ کی تڑپ بڑی اچھی لگتی ہے مجھے، آپ تڑپتے ہوئے بہت پیارے لگتے......'' پارو آج سچ مچ اسے تپا رہی تھی۔ آژ میر اس کی باتوں اور حرکتوں کے شکنجے میں آتا جا رہا تھا وہ جو پارو سے عمر بھر جنگ کرنا چاہتا تھا ہمیشہ دنگا فساد چاہتا تھا وہ ابھی سے اپنے ہتھیار ڈالنے لگا تھا اسے احساس ہو چکا تھا کہ جھگڑوں، نفرتوں اور کدورتوں میں کچھ نہیں رکھا زندگی، زندگی کا احساس اور زندگی کے سب رنگ صرف اور صرف محبتوں میں ہیں یہ محبتیں ہی ہیں جو انسان کو قدم قدم پہ روک کے اگلا قدم اٹھانے سے پہلے سوچنے سمجھنے اور ساتھ چلنے والوں کی قدر کرنا سکھاتی ہیں...... پارو کو بغور دیکھتے ہوئے غصے اور خفگی کے باوجود آژ میر نے اسے بانہوں میں بھر لیا تھا۔

اور پہلی بار آژ میر کے لمس میں محبت کی نرمیاں اور مہک محسوس کر کے بے اختیار پارو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ نوجوانی میں قدم رکھتے ہی اس کی محبت گلے لگا بیٹھی تھی اور اس محبت کو دل میں دبائے ہوئے اس نے نجانے کون کون سے نشتر کھائے تھے، پہلے ٹھکرائے جانا پھر اس کی بے

رہی ناقدری پھر غصہ اور نفرت بھی دیکھنا پڑے تھے اور اس سب کے ساتھ اپنے آس پاس کے لوگوں کو مطمئن بھی رکھنا کہ میں بہت خوش ہوں کافی حوصلہ طلب کام تھے پھر بھی وہ کرتی آئی تھی، اس پہ یہ احساس بھی کہ وہ اسے نہیں رینا کو چاہتا ہے اور رینا کی چاہت میں اسے اپنے بچوں کی بھی پرواہ نہیں تھی، وہ اولاد جیسی نعمت سے بھی منہ موڑنے کو تیار تھا لیکن پارو کے لئے یہ نعمت محبت کا سب سے پہلا اور انمول تحفہ تھی اس لئے وہ آذمیر سے ٹکر لینے پہ تیار ہوگئی تھی اور آج جب اسی نعمت اسی تحفے کو آذمیر نے گلے لگایا تھا وہ روح تک شانت ہوگئی تھی اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کی محبت اور اس کی ممتا جیت گئی ہے اسی لئے ہزاروں شکوے ہونے کے باوجود بھی وہ مطمئن اور پرسکون تھی لیکن پھر بھی چند موتی ایسے بے تاب تھے جو آذمیر کے سینے کو بھگو گئے تھے۔

''پارو تم بہت اچھی ہو۔'' وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھنسا کر اس کے بالوں کو سہلانے لگا۔ وہ بہت مدہم آواز سے رو رہی تھی۔

''میں بہت پہلے سے تمہارا دیوانہ تھا شاید تب سے جب تمہیں پہلی بار پارو کہا تھا پھر تب سے جب جب تمہیں میرے پاس آنا اور میرے ساتھ کھیلنا بھی پسند نہیں تھا جب تمہیں بولنا بھی نہیں آتا تھا میں ہمیشہ تمہاری طرف لپکتا تھا اور تم ہمیشہ مجھ سے دور بھاگتی تھیں تمہارا رویہ ایسا ہی رہا تو میں اپنے آپ کو روکنے لگا میرا تمہاری طرف لپکنا کم ہونے لگا اور ربیعہ کی شادی پہ تو میں سچ مچ تمہیں دل سے نکال بیٹھا تھا۔

تم نے اپنی سہیلیوں کے سامنے مجھے بے قدر اور غیر اہم کر دیا تھا بلکہ میری توہین میں ذرا کسر نہیں چھوڑی تھی تب میرا دل تمہارے خلاف ہونے لگا میں نے منگنی سے انکار کر دیا لیکن اماں باز نہیں آئیں اور میں انگلینڈ جانے کے بعد بھی تمہارا توہین آمیز انداز نہیں بھول پایا تھا اس لئے رینا کی ذرا سی توجہ بھی محبت لگنے لگی اور اپنے احساسات کو بھی محبت کا پہناوا پہنا دیا لیکن در حقیقت میں تم سے بدلہ لے رہا تھا اسی لئے تو اچانک ہی رینا کو ساتھ لے آیا تھا تا کہ تمہیں پتہ چلے کہ میرے لئے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے تم اکڑ دکھاؤ گی تو میرے لئے ہزاروں تیار ہوں گی، لیکن ان ہزاروں میں تم نہیں ہو گی میں یہ بھی جانتا تھا اور پھر رفتہ رفتہ مجھے رینا سے اپنائیت اور انسیت ہونے لگی وہ میرے لئے اتنی خوبصورت جگہ اتنے اچھے دوست اتنی پرکشش جاب اور اپنا فیوچر چھوڑ آئی تھی اس کی کیئر کرنا اس کے ساتھ نباہ کرنا میرا فرض تھا جو میں پورا کرتا رہا کبھی رینا کو تمہاری بہت فکر ہوتی تھی وہ تمہارا سوچ کر شرمندہ بھی ہوتی تھی لیکن میں نے کبھی اسے شرمندہ نہیں ہونے دیا۔

ان ہی دنوں ہمیں اس کی پریگننسی کا پتہ چلا ہم حقیقتاً بہت خوش تھے مگر جب جب اماں ابا اور تمہارا خیال آتا میں بہت بوجھل ہو جاتا تھا اور وہ اپنی جگہ پہ مجرم بن جاتی تھی شاید اسی لئے بہت جلد سب کچھ چھوڑ کر چلی گئی۔

پارو تمہارا مقام اپنی جگہ مگر رینا بھی میرے لئے بہت محترم ہے میں اس کا احسان مند ہوں اس نے میرا قدم قدم پہ خیال رکھا میرا احساس کیا ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا جب اماں نے دوبارہ شادی کا ذکر چھیڑ دیا جو مجھے اچھا نہ لگا اور پھر اماں کا تمہارے لئے اتنا پیار مجھے چڑچڑا کرنے لگا تھا میری کیفیات اتنی عجیب تھیں کہ مجھے ہر چیز سے بے زاری ہونے لگی تھی۔

میں سمجھتا تھا اماں خواہ مخواہ تم سے اتنی محبت کرتی ہیں حالانکہ تمہیں کسی کی محبت کی کوئی پرواہ نہیں ہاں اگر تھوڑی سی بھی محبت اماں ابا نے رینا کو دی ہوتی تو مجھے بہت خوشی ہوتی پہلے روز ہی اسے گھر سے نکال دینا مجھے بُرا لگا تھا اسی لیے مجھے تم سے بیر ہو گیا لیکن یہ بیر کب تک چل سکتا تھا شادی کے

بعد تمہیں جتنا اپنے پاس دیکھتا میری سالوں سے پرورش پاتی محبت اتنی ہی جاگتی تھی اسی لئے زیادہ تر شہر میں ہی رہتا تھا تاکہ تمہیں بھی کچھ سبق چکھا سکوں مگر زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکا تم نے میری توجہ کی لگامیں کھینچنا شروع کر دی تھیں، میں قدم قدم پہ ڈگمگایا اور پھر ایک روز سچ مچ ہی ڈگمگا گیا......

پارو تم یقین کرو ہمیشہ تمہارے پاس آکر میں نے اپنے آپ سے جنگ کی ہے، بہت مارا تمہاری محبت کو لیکن سچ کہتے ہیں محبت مر نہیں سکتی یہ صرف مارنے کے فن جانتی ہے، مرنا اس کی تقدیر نہیں کیونکہ محبت ایک بے وجود چیز ہے اور ہمیشہ وہی چیز مرتی ہے جس کا کوئی وجود ہوتا ہے محبت کا وجود نہیں اس لئے وہ مر نہیں سکتی وہ صرف روح ہے نظر نہ آکر بھی اپنا آپ منوانے والی اور ہمیشہ وہی چیز فتح حاصل کرتی ہے جو نہ ہو کر بھی سب کچھ ہوتی ہے اور تمہاری محبت بھی میرے لئے سب کچھ تھی۔

اسی لئے آج فتح پا چکی ہے مجھے سچ مچ بچوں سے چڑ ہو چکی تھی ایک بچے کو تخلیق کرنے کی خاطر ربینا جان سے گزر گئی۔ اس لئے میں نہیں چاہتا تھا کہ تم بھی اس تکلیف سے گزرو شاید میں اندر سے خوف زدہ ہو چکا تھا لیکن ان بچوں کو دیکھ کر میرے سارے خوف مٹ گئے ہیں بلکہ میرے کئی اور خدشات بھی ختم ہو گئے ہیں۔

میرے سینے میں سوئے ہوئے جذبات ان کی معصوم محبت نے جھنجھوڑ کے رکھ دیئے ہیں۔ میں نے آج ان کے سامنے اپنے سارے ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور آج میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں پلیز مجھے معاف کر دو، میں نے ہمیشہ تمہیں ستانے کے لئے تمہیں اگنور کیا تمہاری محبت دل میں دبائے رکھی۔" آج اس نے حال دل صاف کہہ سنایا تھا اور پارو روتے روتے بے اختیار مسکرا دی۔ آژمیر نے اپنے سینے پہ سر رکھے مسکراتی ہوئی پارو کو حیرت سے دیکھا جو ابھی بھی آنسو بہا رہی تھی۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس نے وجہ پوچھی۔

"ملک صاحب اگر آپ نے میری محبت اپنے دل میں دبا کے رکھی تھی تو کونسا میں نے آپ کی محبت ختم کر دی تھی میں نے تو اس سے بھی زیادہ دبائی ہوئی تھی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ حیران ہوا......

"سچی پوچھو ملک صاحب! تم ربیعہ باجی کی شادی کے موقع پر بہت اچھے لگے تھے اور بقول شنو مجھے تم سے بہت پیار ہو گیا ہے۔ اسی لئے تو میں نے بھی ڈگری لی ہے آخر تم جو پڑھے لکھے تھے۔"

"کیا؟" آژمیر بدک گیا تھا۔

"پارو اور پیار؟ نہیں نہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔" وہ سر جھٹکنے لگا اور پارو اظہار کرنے کے بعد مطمئن کھڑی تھی۔

"جھوٹ بول رہی ہو نا؟"

"اللہ سوہنے دی قسم ملک صاحب آنکھوں سے دل تک اور دل سے زبان تک سچ ہے۔"

"لیکن میں نہیں مان سکتا۔"

''مان لو فائدے میں رہو گے۔'' وہ اسے چھیڑنے لگی۔ آذمیر بے یقین تھا۔

''اچھا ادھر آؤ......'' اس نے ہاتھ پھیلا کر کہا پارو ذرا جھجکی پھر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ اس نے پارو کو قریب کر لیا۔ وہ الجھی الجھی نظروں سے دیکھنے لگی، کچھ بول ہی نہ پائی۔

''اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ تم میری ہی پارو۔'' وہ مزید پھیلنے لگا تو پارو نے بھاگنے کا سوچا لیکن اب بھاگنا اتنا آسان بھی نہیں تھا ساری دوڑیں تو وہ اسے خود تھما چکی تھی۔